۷۸۶

مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت

اس مکتوب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مودودی صاحب سے
اہل سنت والجماعت کے اختلافات فروعی نہیں بلکہ
اصولی ہیں۔

از
شیخ الاسلام حضرت مولانا
سید حسین احمد صاحب مدنی
دامت برکاتہم

ناشر ادارہ نشر و اشاعت دار العلوم دیوبند۔ یوپی
(مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد ایک صاحب نے جو جماعت اسلامیہ مودودیہ سے انتساب رکھتے ہیں اور دار العلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں۔ ضلع بستی سے ایک تحریر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دار العلوم کے نام ارسال کی، جس میں یہ لکھا کہ "علماء دیوبند اور مولانا مودودی کے درمیان فروعی اختلافات ہیں اصولی نہیں" چونکہ منتسبین دار العلوم میں سے بہت سے اشخاص جنہوں نے مودودی صاحب کے مجوزہ اسلام اور اسلامی جماعت کے نظام کا اُن کی تصانیف و مضامین سے سمجھ کر مطالعہ نہیں کیا اُن کے نام ہیں اسی مغالطہ کے ماتحت پھنس گئے ہیں۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے مولانا مودودی صاحب اختلاف رکھتے ہیں۔ اس ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس موضوع پر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم نے اپنے ایک مکتوب میں اُن کو مخاطب فرما کر اس حقیقت کو بدلائل قطعیہ روشن کر دیا ہے کہ مولانا مودودی صاحب کا مسلک اسلامی اصولوں کے خلاف ہے اور اُس کو فروعی اختلاف کہنا ناواقفیت ہے یا ہٹ دھرمی۔ شروع میں بطور مقدمہ منظہر انوار قاسمیہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب عمت فیوضہم نے ایک مقالہ زیب قرطاس فرما دیا ہے جس میں بہت سے افادات کے علاوہ بلیغ اسلوب اور مسکت و قوی دلائل کے ساتھ اس حقیقت کو روشن کر دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کو معیار حق مان لینے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو معیار حق تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ اُس کے انکار سے رسول کے معیار حق ہونے کا انکار لازم آتا ہے۔ اسکے بعد حضرت شیخ کے مکتوب کا مطالعہ ایک طالب حق کے اطمینان قلب اور شرح صدر کیلئے انشاء اللہ کافی ہوگا۔ اگرچہ اس مضمون کا مخاطب خاص ہے مگر اسکی افادیت عامہ کے پیش نظر شعبۂ نشر و اشاعت نے ضرورت محسوس کی کہ اس مکتوب کو بصورت رسالہ شائع کر دیا جائے تاکہ اپنے موقف کا دوسرے صاحبان کو بھی جو مغالطہ میں مبتلا ہوگئے ہیں صحیح علم حاصل ہو جائے اور ہٹ دھرمی پر قطع حجت۔

از ادارۂ نشر و اشاعت دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

مظہر انوار قاسمیہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب عمت فیوضہم
مہتمم دار العلوم دیوبند

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ کچھ عرصہ ہوا بعض منتسبین دار العلوم کا ایک خط دربارہ طلب سارٹیفکٹ احقر کے نام دفتر دار العلوم میں موصول ہوا جس میں ضمناً مودودی مکتب فکر اور خود اپنے مودودی ہونے کی نوعیت کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا تھا یہ نوعیت اصلاح طلب دیکھ کر حضرت شیخ مولانا مدنی مدظلہ نے بنظر اصلاح اُنہیں ایک شفقت نامہ تحریر فرمایا جس میں مودودی مکتب خیال کی بعض بنیادی دفعات پر کلام فرماتے ہوئے اُن کے اصلاحِ خیال کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ حضرت شیخ کا یہ ارشاد نامہ سلسلہ عقائد و افکار کے لئے ایک مکمل میزان اور متوازن ترازو کی حیثیت رکھتا ہے جس میں موجودہ زمانہ کے حدود سے گذرے ہوئے افکار و خیالات کو عموماً اور مودودی نقطۂ نظر کے مزعومات و معتقدات کو خصوصاً تول کر اُن کے حق و باطل کا فیصلہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حضرت ممدوح کے اس والا نامہ کا موضوع مودودی لٹریچر کا کوئی فروعاتی یا جزوی مسئلہ نہیں ہے، جسے مودودی صاحب کی شخصی رائے یا اُن کے انفرادی اجتہاد و قیاس کا ثمرہ کہہ کر جماعت کے سر سے بوجھ ہلکا کر لیا جائے۔ جیسا کہ اس قسم کے مواقع پر عموماً ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ بلکہ ایک اصولی مسئلہ ہے اور وہ بھی دستور جماعت کا بنیادی اصول موضوعہ

جو جماعت اور امیر جماعت سب کے لئے یکساں حجت اور معیار عمل کی حیثیت رکھتا ہے
پس اگر پوری جماعت اس دستور کو جو بنام دستور جماعت اسلامی شائع شدہ ہے
تسلیم کرتی ہے (اور ضرور تسلیم کرتی ہے، جبکہ جماعت کا وجود اور اس کی تشکیل ہی
اس دستور سے ہوتی ہے) تو بلاشبہ دستور کی یہ دفعہ ۶ کہ "رسول خدا کے سوا
کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی "ذہنی غلامی"[۱]
میں مبتلا نہ ہو"، ساری جماعت کا ایک مسلّمہ عقیدہ اور بنیادی اصول ثابت ہوتی ہے

[۱] "ذہنی غلامی" کے لفظ سے غالباً مودودی صاحب نے "تقلید" کی ترجمانی فرمائی ہے۔ لیکن اس معنی میں یہ اصطلاح غلط اور مغالطہ انگیز ہے۔ غلامی کا حاصل کسی کے آگے جھکنا ہے، اور تقلید کے معنی کسی کی بات ماننا ہے۔ ایک غلام اپنے آقا کے کمالات کے آگے نہیں جھکتا بلکہ اس کی ذات کے سامنے جھکتا ہے خواہ وہ کندۂ ناتراش اور احمق ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ایک مقلد اپنے امام مجتہد کے سامنے آتا ہے تو صرف اس کے منصب و مقام کی پیروی کرتا ہے جس کو وہ عقل و نقل کا پیکر کامل سمجھتا ہے۔ ذات کے آگے نہیں جھکتا۔ پس غلامی میں آقا کی ذات پیش نظر ہوتی ہے۔ اس کا کمال پیش نظر نہیں ہوتا اور تقلید میں مجتہد کا کمال سامنے ہوتا ہے ذات سامنے نہیں ہوتی۔ غلامی میں جبر ہوتا ہے کہ نہ غلام اپنی صلاحیتوں کو آقا کے انتخاب میں صرف کر سکتا ہے، نہ خود آقا ہی کی صلاحیتوں پر نظر رکھ سکتا ہے۔ اِدھر بھی ذاتی خوف و طمع، اُدھر بھی ذات اور ذاتی جبر و قہر۔ نہ وہاں شعور و استدلال نہ یہاں، پس ذہنی غلامی میں نہ اپنا شعور بیچ میں ہوتا ہے نہ آقا کا کمال۔ اور تقلید میں طوع و رغبت عقلی شعور اور قلبی اعتقاد ہوتا ہے جس میں نہ جبر و دباؤ کا کوئی سوال ہوتا ہے اور نہ امام مجتہد کے کمالات سے بے شعوری، غرض غلامی بے عقلی سے پیدا ہوتی ہے اور تقلید اتباعِ عقل و شعور سے۔ کیونکہ تقلید کسی کے آگے سر جھکانے کا نام نہیں اس کی بات ماننے کا نام ہے، اور بات بھی وہ جسے جذبات کے نہیں علمی کمالات کے چشموں سے نکلی ہوئی سمجھ لی گئی ہو۔ اور پھر وہ محض کمالاتی ہی نہ ہو بلکہ اُسے اوپر سے نسبت بھی ہو کہ وہ خود اس شخص کی بات نہیں بلکہ اوپر کی بات ہے۔ جہاں جھک جانا ہی انسانی شرف ہے پس تقلید میں (باقی ص۵ پر)

اس لئے حضرت شیخ کے مکتوب گرامی میں اس بنیادی عقیدہ کا تجزیہ کرکے اس پر جو شرعی گرفتیں کی گئی ہیں وہ یقیناً پوری جماعت کے ایک ایک فرد پر حجت ہیں ۔ اور

(صفحہ ۴ سے) شعور ہوتا ہے بے شعوری نہیں ۔ استدلال ہوتا ہے (گو جزوی مسئلہ کا نہ ہو اصولی اور کلی ہو جس سے مجتہدِ مطاع کی شخصیت اتباع کے لئے متعین کی جاتی ہے) بے حجتی اور ذاتی دباؤ نہیں ہوتا ۔ عبودیت نہیں ہوتی، اطاعت ہوتی ہے ۔ پس کہاں غلامی اور عبدیت اور کہاں اتباع و عقیدت ۔ کہاں غرض مندی اور خوف و طمع اور کہاں محبت و فنائیت، کہاں شعور و استدلال اور کہاں جمود و تعطل؟ کہاں حسن ظن اور قلبی شغف اور کہاں بیزاری اور اندرونی انحراف، کہاں عقل و خرد بالائے طاق اور کہاں عقلی رہنمائی پیش پیش ۔ چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا ۔ اسلئے ذہنی غلامی کا لفظ جس کے معنی ذہن کو شعور و استدلال سے معطل کرکے کسی کی ذات کے آگے سر جھکا دینے کے ہیں اُس تقلید کا ترجمان نہیں بن سکتا ۔ جس میں ذہنی شعور کی بیداری کے ساتھ کسی کی علمی اور کمالاتی نسبتوں کو سامنے رکھ کر حسن ظن اور استدلال کلی سے اُس کی باتوں کو مانا جاتا ہے ۔

تقلید کی ترجمانی کیلئے "ذہنی غلامی" کا تحقیر آمیز لفظ شاید اشتعال انگیزی اور نئی نسل کے دل و دماغ پر چوٹ لگا کر انہیں تقلید سے بیزار بنانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے ۔ کیونکہ فی زمانہ غلامی کے لفظ سے زیادہ کریہہ کوئی لفظ نہیں ۔ آج افراد ہوں یا طبقات، اقوام ہوں یا اوطان، آزادی کے نام پر برسر پیکار ہیں ۔ با اقتدار قوموں نے چونکہ کمزوروں کی غلام سازی کو زندگی کا نصب العین بنا رکھا ہے، جس سے بے دست و پا اقوام تنگ آ چکی ہیں اس لئے وہ آزاد ہونے کیلئے ہاتھ پیر مار رہی ہیں اور آج کی دنیا میں غلامی کے لفظ ہی کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہے ۔ اس لفظ کے سامنے آتے ہی لوگ چونک پڑتے ہیں اور نفرت کے ساتھ اس سے بدک جاتے ہیں ۔ اسلئے تقلید سے نفرت دلانے کے لئے اس سے بہتر تدبیر نہیں سوچی جا سکتی تھی کہ اُس کا ترجمہ ایک ایسے مکروہ لفظ سے کر دیا جائے جو خود ہی ذہنوں میں حقیر و ذلیل ہے تاکہ اس راستہ سے تقلید کے مفہوم سے ہی لوگوں کے دلوں میں بیزاری پیدا کر دی جائے ۔ لیکن میں عرض کر چکا ہوں کہ ذہنی غلامی اور تقلید کی حقیقتوں میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے اور ایک کیلئے دوسرا لفظ کسی طرح بھی ترجمان نہیں ہو سکتا (باقی صفحہ ۶ پر)

اس لئے بحیثیت مجموعی جماعت کو گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر ان پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عقائد کا معاملہ دنیوی نہیں اُخروی ہے جو زیادہ توجہ کا محتاج ہے۔

دفعہ مذکور پر حضرت شیخ نے کتاب و سنت سے جو روشنی ڈالی ہے اس کے سامنے آنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ اس دفعہ کے مضمرات کی تنقیح کر دوں۔ تاکہ ان حقائق کا جو اس مکتوب گرامی کا موضوع ہیں سمجھنا آسان ہو جائے۔

اس دفعہ میں مودودی صاحب نے غیر رسول کو معیارِ حق بنانے اور تنقید سے بالاتر سمجھنے سے روکا ہے۔ مگر یہ ممانعت جب ہی درست ہو سکتی ہے کہ شرعاً کوئی غیر رسول معیارِ حق و باطل نہ بن سکے اور تنقید سے بالاتر نہ ہو۔ اگر شرعی طور پر کوئی معیار ہو اور

(ص ۵ سے) بلکہ یہ لفظ ہی شرعی نہیں ہے جو کسی دینی اور شرعی اصطلاح کے لئے استعمال کیا جائے یہ محض اشتعال انگیزی اور بیہانی مقصد برآری کے لئے ایک حیلہ کیا گیا ہے۔

پس ہم تقلید کے ضرور قائل ہیں لیکن تقلید کے معنی "ذہنی غلامی" کے نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا تقلید میں اتباع بھی ہوتا ہے اور شعور بھی۔ گو شعور اجمالی ہو تفصیلی نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی

یہاں صحابہ کے لئے (جو متبعین اولین ہیں) اتباع بھی ثابت کیا گیا ہے اور بصیرت و شعور بھی۔ جس میں سب سے پہلے اس کا شعور رہتا ہے کہ یہ کلام کس کا ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہے، اور وہ شخصیت کون ہے جس کا اتباع کیا جا رہا ہے اور ذہنی غلامی کا حاصل کلیۃً ذہنی بے شعوری اور جمود کے ہیں جو کسی بھی مؤمن کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ اس مضمون میں جہاں بھی ہم نے یہ لفظ لیا ہے وہ مودودی صاحب کے کلام سے بطور حکایت و نقل کے لیا ہے۔ ورنہ ہمارے نزدیک اسلامی اصطلاحات کے نقطۂ نظر سے یہ لفظ مہمل اور بے معنی ہے۔ نہ یہ کسی شرعی مفہوم کا ترجمان بن سکتا ہے نہ عقلی کا۔ کفار کی آبائی تقلید پر بول دیا جائے تو ممکن ہے کہ کسی حد تک چسپاں ہو جائے۔

محمد طیب غفرلہ

بن سکتا ہو تو اسے معیارِ حق مان لینا اور تنقید سے بالاتر سمجھنا کوئی جرم نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اس دفعہ کے معنی یہ نکلتے ہیں کہ رسولِ خدا کے سوا کوئی معیارِ حق و باطل نہیں ہو سکتا کوئی تنقید سے بالاتر نہیں ہو سکتا کوئی ذہنی غلامی کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی اگر کسی نے از خود کسی کو معیارِ حق بنا لیا اور تنقید سے بالاتر سمجھا تو وہ شرعی مجرم اور ایک شرعی گناہ کا مرتکب ہوگا۔ اس لئے ہمارا کلام مودودی صاحب کے اس نظریہ پر ہوگا کہ غیرِ رسول معیارِ حق نہیں بن سکتا اور تنقید سے بالاتر نہیں ہو سکتا۔

اگر اس دفعہ ۶ کو اس کے ہمہ گیر عموم کے ساتھ اسی کے عام الفاظ میں تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیا جائے کہ "رسولِ خدا کے سوا کوئی بھی معیارِ حق نہیں کوئی بھی تنقید سے بالاتر نہیں اور کوئی بھی اس کا مستحق نہیں کہ اس کی ذہنی غلامی کی جائے" تو سوال یہ ہے کہ اگر خود رسولِ خدا ہی کسی کو معیارِ حق بنا دیں یا اس کے معیارِ حق ہونے کی شہادت دیں، یا معیارِ حق ہونے کا ضابطہ بتا دیں کہ اس کی رو سے معیارِ حق کی تعیین کر لی جایا کرے تو کیا پھر بھی وہ معیارِ حق نہ بن سکے گا؟ اگر بن سکے گا تو یہ اصول غلط نکلا کہ رسولِ خدا کے سوا کوئی بھی معیارِ حق نہیں ہو سکتا اور اگر رسولِ خدا کے ارشاد کے باوجود بھی ان کے سوا کوئی معیارِ حق نہ ہوا تو خود رسولِ خدا کا معیارِ حق ہونا معاذاللہ باطل ٹھہر جاتا ہے جب کہ رسولِ خدا کا قول خلافِ حق ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ دونوں صورتوں میں دستورِ جماعت کی دفعہ ۶ بادر ہوا ہو جاتی ہے۔ ایک صورت میں اس کا منفی پہلو باطل ٹھہرتا ہے کہ رسولِ خدا کے سوا کوئی بھی معیارِ حق نہیں، اور دوسری صورت میں اس کا مثبت پہلو باطل ہو جاتا ہے کہ صرف رسولِ خدا ہی معیارِ حق ہیں۔ اس ضغطہ سے نکلنے کی آسان صورت اس کے سوا دوسری نہیں کہ ہم رسولِ خدا کے سوا کو بھی بارشادِ رسول معیارِ حق اور ناقابلِ تنقید تسلیم

کریں۔ تاکہ رسول خدا بذاتہ معیار حق رہیں اور غیر رسول بارشاد رسول معیار حق رہیں۔

معیارِ حق

سوال رہ جاتا ہے تو صرف یہ کہ آیا رسول خدا نے کسی کو معیارِ حق بنایا بھی ہے یا نہیں؟ اور آیا کسی کو تنقید سے بالاتر اور مستحق ذہنی غلامی فرمایا بھی ہے یا نہیں؟ سو اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول نے جنکو نام لیکر معیار حق و باطل قرار دیا اُن پر جرح و تنقید سے روکا اور ذہنوں کو ان کی غلامی کیلئے مستعد بنایا وہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت ہے۔ اُن کے معیار حق بتلانے ہی کے لئے آپ نے نہایت صاف و صریح اور غیر مبہم ہدایت جاری فرمائی۔ یعنی صحابہ کا معیارِ حق ہونا قیاسی یا استنباطی نہیں بلکہ منصوص ہے جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک مستقل حدیث ارشاد فرمائی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفترق اُمتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قیل من ھم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (مختصراً عن المشکوٰۃ)

عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت تہتر ملتوں پر تقسیم ہو جائے گی۔ سوائے ایک کے سب جہنم میں ڈالے جائینگے۔ پوچھا گیا کہ وہ (مستثنیٰ) کون ہیں یا رسول اللہ؟ تو فرمایا کہ جو لوگ میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہیں۔ (مشکوٰۃ مختصراً)

(۱) اس حدیث میں فرق اسلامیہ کی نجات و ہلاک اور بالفاظ دیگر اُن کے حق و باطل ہونے کا معیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ وہ میرا اور میرے

صحابہ کا طریقہ ہے۔ لیکن اس طریقہ کو شخصیتوں سے الگ کر کے تنہا کو معیار نہیں بتلایا
بلکہ اپنی ذات بابرکات اور اپنے صحابہ کی ذوات قدسیہ کی طرف منسوب کر کے
معیار بتلایا کہ وہ اُن شخصیتوں کے ضمن میں پایا جائے۔ ورنہ بیان معیار میں اس نسبت
اور نامزدگی کی ضرورت ہی نہ تھی بلکہ مَنْ هُمْ کے جواب میں بجائے مَا اَنَا عَلَیْہِ کے
سیدھی تعبیر یہ تھی کہ ماجئت بہ فرما دیا جاتا یعنی معیارِ حق وہی ہے جسے لے کر
میں آیا ہوں یعنی شریعت۔ لیکن اس شریعت کو شخصیتوں سے الگ کر کے ذکر کرنے
کے بجائے شخصیتوں کے انتساب سے ذکر فرمانے کا مطلب اس کے سوا اور
کیا ہو سکتا ہے کہ محض کاغذ کے کالے نقوش معیار نہیں بلکہ وہ ذوات معیار حق ہیں
جن میں یہ نقوش و حروف اعمال و احوال بنکر رچ گئے ہیں اور اس طرح گھل مل گئے
ہیں کہ اب کوئی بھی ان کی ذوات کو دین سے الگ کر کے اور دین کو اُن کی ذوات سے
علیحدہ کر کے نہیں دیکھ سکتا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ محض لٹریچر معیار حق نہیں، بلکہ وہ
ذوات معیار حق ہیں جو اس لٹریچر کے حقیقی ظرف بن چکے ہیں۔

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○

بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں صاف ان لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ اور منکر نہیں ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں۔

پھر اس طریقہ کو شخصیت کی طرف منسوب کرنے کے سلسلہ میں بظاہر ما کے بعد انا
کافی تھا اور یہ فرما دینا بس کرتا تھا کہ نجات و ہلاکت کے پہچاننے کا طریقہ میری ذات
ہے تاکہ معیار حق صرف رسول خدا کی ذات ثابت ہوتی۔ لیکن آپ نے اپنے ساتھ اپنے
صحابہ کو بھی شامل فرمایا جس سے واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ فرقوں اور مختلف

مکاتیب خیال کے حق و باطل کے پرکھنے کا معیار جیسے رسول کی ذات ہے ویسے ہی صحابۂ رسول کی ذوات بھی ہیں، اور اسلئے رسول خدا کی موجودگی یا عدم موجودگی میں کسی فرقہ اور کسی مکتبِ خیال کے افراد کو پرکھنے کے لئے یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ وہ صحابہ کی راہ کے مطابق چل رہے ہیں یا مخالف سمت میں ہیں۔ اُن کی اطاعت کر رہے ہیں یا اُس سے گریز پر ہیں، اُن کے ساتھ حسن ظن کا برتاؤ کر رہے ہیں یا سوءِ ظن اور بے اعتمادی کا؟ کہ یہی شان کسی شئے کے معیار ہونے کی ہوتی ہے جس سے صاف طور پر رسول خدا کی ساتھ صحابۂ رسول کا معیارِ حق ہونا واضح ہو جاتا ہے، اور یہ حدیث اس بارہ میں نصّ صریح ثابت ہوتی ہے۔ جس کا مقصد ہی یہ مدعا ثابت کرنا ہے۔

(۳) اس کی وجہ یہ ہے جو خود اس حدیث ہی سے نمایاں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اپنے طریق کو بعینہ اپنے صحابہ کا طریق بتلایا ہے جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ان کی راہ چلنا میری راہ چلنا ہے اور ان کی پیروی میری پیروی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے رسول پاک صلعم کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ

من اطاع الرسول فقد اطاع اللّٰہ	جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس سے ایک کی اطاعت کو بعینہ دوسرے کی اطاعت بتلانا مقصود ہے۔ جس کے صاف معنی یہی ہوتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول کا طریق الگ الگ نہیں جو رسول کا راستہ ہے وہی اللہ کا راستہ ہے۔ پس اللہ کی اطاعت معلوم کرنے کا معیار یہ ہے کہ رسول کی اطاعت دیکھ لی جائے۔ اگر وہ ہے تو بلاشبہ خدا کی اطاعت بھی ہے

ورنہ نہیں۔

وہی صورت یہاں بھی ہے کہ رسول خدا نے صحابہ کی پیروی و اطاعت کو بعینہ اپنی پیروی و اطاعت قرار دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر رسول کی اطاعت دیکھنی ہو تو صحابہ کی اطاعت دیکھ لی جائے۔ اگر صحابہ کی متابعت کی جارہی ہے تو رسول خدا کی اطاعت قائم ہے ورنہ نہیں۔ اس کا حاصل وہی نکلتا ہے کہ رسول اور صحابۂ رسول کے طریقے الگ الگ نہیں۔ بلکہ جو رسول کا طریقہ ہے۔ وہی بعینہ صحابۂ رسول کا طریقہ ہے۔ اس لئے جیسے رسول فرقوں کے حق و باطل کا معیار ہیں، ایسے ہی صحابۂ رسول بھی معیارِ حق و باطل ہیں۔ جن کو سامنے رکھ کر سب کے حق و باطل کو بآسانی پرکھا جا سکتا ہے۔ بہر حال اس حدیث سے حضرات صحابہ کی صرف منقبت اور فضیلت ہی ثابت نہیں ہوتی۔ نیز محض اُن کی مقتدائیت اور مقبولیت ہی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ امت کے حق و باطل کے لئے ان کی معیاری شان بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ خود ہی حق پر نہیں ہیں بلکہ حق کے پرکھنے کی کسوٹی بھی بن چکے ہیں۔ جن سے دوسروں کا حق و باطل بھی کھل جاتا ہے پھر یہ بھی کہ اُن میں یہ معیار ہونے کی شان محض ان کی غیر معمولی فضیلت سے بطور رائے و قیاس نہیں مان لی گئی ہے۔ بلکہ اللہ کے رسول نے اپنی ذات کے دوش بدوش اُن کے معیار حق و باطل ہونے کی شہادت دی ہے۔ جس سے مختلف مکاتیب خیال کے حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی ثابت ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا معیارِ حق و باطل ہونا قیاسی نہیں بلکہ منصوص ثابت ہوا۔

بالاتر از تنقید

(۳۳) اور جب رسول خدا کی ساتھ صحابۂ رسول پوری امت کے حق و باطل کے پرکھنے کا معیار ثابت ہوئے تو کیا امت کو یہ حق پہنچیگا کہ وہ اُن پر تنقید کرے۔ اور گرفتیں کر کر کے اُن کی خطائیں پکڑنے لگے؟ یا یہ حق خود ان کا ہوگا کہ امت کے خطاؤ ثواب کا فیصلہ کریں؟ کون نہیں جانتا کہ تنقید کا حق معیار کا ہوتا ہے جو پرکھنے والا ہو نہ کہ محتاج معیار کا جو پرکھا جانے والا ہے۔ آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو اپنے خطاؤ صواب کو کسی معیار پر جانچنے اور اپنا فیصلہ کرانے چلے ہوں۔ وہ چلتے چلتے راستہ میں خود ہی معیار بن جائیں اور اپنے اوپر حکم لگوانے کے بجائے معیار ہی پر حکم لگانے کھڑے ہو جائیں؟ اس سے واضح ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معیارِ حق و باطل ہونے کی وجہ سے تنقید سے بالاتر ہیں۔ ایسے ہی آپ کے صحابہ بھی جبکہ آپ نے اُن کو بھی حکم میں اپنی ساتھ ملا کر معیار حق و باطل قرار دیا ہے تنقید سے بالاتر ہیں۔ ورنہ کسی کو معیار حق مان کر اُس پر نکتہ چینی کرنا، یعنی خلافِ حق ہونے کا اُس کی طرف ایہام کرنا، یا اُسے خلاف حق ہونے کا طعنہ دینا اُسے معیار مان کر معیار نہ بھی ماننا ہے جو صریح اجتماع ضدین ہے۔ اسلئے حضرات صحابہ اگر اُمت کے فرقوں کے حق و باطل کے فیصلہ کا معیار ہیں اور حسبِ حدیث بالا ضرور ہیں تو وہ یقیناً اُن فرقوں کی تنقید سے بالاتر بھی ضرور ہیں، ورنہ اُن میں معیار ہونے کی شان قائم نہ رہے گی جس کا قائم رہنا بنصِّ حدیث ضروری ہے۔

"ذہنی غلامی"

(۴) صحابہ کے معیارِ حق اور بالاتر از تنقید ثابت ہو جانے کے بعد یہ نکتہ بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ صحابہ کے معیارِ حق یا حق و باطل کی کسوٹی ہونے کے یہ معنی تو ہو ہی نہیں سکتے کہ جیسے کسوٹی کا پتھر سونے کے کھرے اور کھوٹے ہونے کو تو نمایاں کر دیتا ہے مگر خود نہ کھرا ہوتا ہے نہ کھوٹا۔ ایسے ہی حضرات صحابہ بھی بایں معنی معیارِ حق ہوں کہ دوسروں کا حق و باطل تو ان سے کھل جائے مگر وہ خود معاذاللہ نہ حق ہو نہ باطل۔ کیونکہ اُنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم میں اپنی ساتھ ملا کر امت کے لئے معیارِ حق بتلایا ہے اور ظاہر ہے کہ خود اللہ کے رسول کے معیارِ حق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ حق و صداقت کا مجسم نمونہ اور سرتاپا صدق و امانت ہیں۔ جن میں باطل کی آمیزش کا شائبہ بھی ممکن نہیں۔ اسلئے صحابہ کی جماعت کے معیارِ حق ہونے کے معنی بھی یہی ہوں گے کہ وہ بھی .... خالص حق کے پیکر ہوں اور حق و صداقت کا مجسم نمونہ ہوں جس میں باطل کا گذر نہ ہو۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ رسول کریم اور صحابہ کرام کے معیارِ حق ہونے کی شان یہ نکلتی ہے کہ اُن کو سامنے رکھ لینے پر حق و باطل میں امتیاز کامل بھی پیدا ہو جائے اور حق دستیاب بھی ہو جائے۔ کیونکہ جب وہ کامل نمونۂ حق ہوئے اور وہی اس امت کے اولین نمونۂ حق بھی ہوئے تو حق پہچانا بھی اُن ہی سے جائے گا اور حق دستیاب بھی اُن ہی سے ہوگا بشرطیکہ ان کی پیروی کی جائے۔ اندریں صورت صحابہ کے معیارِ حق ہونے اور امت کے مختلف الخیال فرقوں کے حق و باطل کی کسوٹی ہونے کے معنی

یہ نکل آئے کہ جو فرقہ ان کی اطاعت کا التزام کرے گا وہی حق پر ہوگا، اور اس کسوٹی پر پورا اُترے گا اور جو اُن سے منحرف ہو کر خلاف راہ چلے گا وہی باطل پر ہوگا اور اس معیار پر پورا نہ اُترے گا اور ظاہر ہے کہ التزام اطاعت کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اُن پر جرح و تنقید کرنے کے بجائے اُن کی تصویب کی جائے اُن کی خطائیں پکڑنے اور اُن پر گرفتیں کرنے کے بجائے اُن کی توثیق کی جائے، اُن سے بدظنی کے بجائے حسن ظن رکھا جائے اور اُن پر امور قبیحہ مثل جھوٹ وغیرہ کی تہمتیں دھرنے کے بجائے اُنہیں صادق و امین سمجھا جائے۔ اگر اُن کے بعد امت کے طبقات کو پیروی کا یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو، اور اس انداز سے وہ صحابہ کے نمونوں کو سامنے نہ رکھیں تو یقیناً نہ اُنہیں حق حاصل ہی ہوسکتا ہے اور نہ اُن کے دلوں میں حق و باطل میں امتیاز ہی پیدا ہوسکتا ہے، کیونکہ صحابہ ہی رسول کے بعد اس امت کے مومنین اولین اور امت کے حق میں دین کے مبلغین اولین ہیں۔ دین کا کوئی حصہ کسی سے پہنچا ہے اور کوئی حصہ کسی سے۔ حدیث رسول کا کوئی ذخیرہ کسی سے دستیاب ہوا ہے اور کوئی کسی سے۔ قرآن حکیم کا کوئی ٹکڑا کسی سے ملا ہے اور کوئی کسی سے، جن کو جامعین قرآن صحابہ نے جمع فرمایا، تو کسی ایک صحابی کی پیروی سے انحراف یا کسی ایک صحابی پر جرح اور نکتہ چینی درحقیقت دین کے اُس ٹکڑے سے انحراف ہوگا جو اس سے روایت ہو کر امت تک پہنچا ہے۔ اگر راوی مجروح اور ناقابلِ پیروی ہے تو اُس کا روایت کردہ حصۂ دین بھی مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ اگر معاذ اللہ یہ نکتہ چینی اور جرح اور عدم پیروی ان حضرات کے حق میں یوں ہی جائز رکھی جائے اور وہ سب میں دائر و سائر اور جاری رہے، جس کا ہم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ رسول خدا کے سوا کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھو، اور نہ کسی کی

ذہنی غلامی میں مبتلا ہو تو دین کا کوئی ایک حصہ بھی غیر مجروح اور معتبر باقی نہیں رہ سکتا اور امت کا کوئی ایک فرد بھی دیندار یا مدعیِ دین نہیں بن سکتا۔ اسلئے صحابہ پر تنقید کو جائز سمجھنے والے بلکہ اُسے ہی اپنے دین کا اصولِ موضوعہ بنانے والے پہلے اپنے دین کی خبر لیں کہ وہ باقی رہا یا ختم ہو گیا۔ بہرحال التزام طاعت اور "ذہنی غلامی" کا ادنیٰ ترین مرتبہ صحابہ کے ساتھ قلبی حسن ظن اور اُن پر جرح و تنقید سے لسانی روک تھام ہے۔ اُنہیں خطا کار سمجھ کر اطاعت شعار بننا ممکن نہیں۔ کیونکہ خطا کو خطا سمجھ کر اُس کی اطاعت نہیں کی جاتی۔ اسلئے امت میں صرف وہی ایک فرقہ اس حدیث کی رُو سے حق پر ہو سکتا ہے جو ہر نہج سے صحابہ کی توثیق و تصدیق اور تصویب و تنزیہہ کے جذبات اپنے اندر لئے ہوئے ہو، اور کوئی شبہ نہیں کہ وہ مطیع طبقہ یا "ذہنی غلامی" کا پیکر طبقہ صرف اہل سنت والجماعت کا ہے جن کا مذہب ہی یہ ہے کہ صحابہ سب کے سب بلا استثناء متقی عدول اور پاکباز ہیں۔ اُن کے ہر فعل کا منشا، پاک، نیتیں راست، اور ارادے سچے تھے وہ جھگڑتے بھی تھے تو اُن کے جھگڑوں میں شر نہ ہوتا تھا۔ اُن کا خلاف بھی ہماری آشتی سے خوش آئندہ تر تھا۔ اُن سب کے نفوس امارہ نہیں بلکہ مطمئنہ تھے، اُن کے قلوب تقویٰ و تقدس کا محور تھے، جن کا امتحان اللہ نے کر لیا تھا اُن کا نصف مُد صدقہ بھی ہمارے پہاڑ جیسے صدقہ سے افضل تھا، وہ تصنع اور بناوٹ سے بری تھے۔ اُن کا علم گہرا اور نکھرا ہوا تھا۔ اُن کے مقامات توحید و اخلاص سے پوری امت کے توحید و اخلاص کو کوئی نسبت نہ تھی، اور بقول حسن بصری رحمہ اللہ "امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک کے اوپر کا غبار ہزار عمر بن عبد العزیز سے افضل تھا کہ معاویہ صحابی تھے اور عمر بن عبد العزیز تابعی (روح المعانی) وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان جذبات کو بطور عقیدہ ذہن میں رکھ لینے کے بعد

صحابہ پر جرح و تنقید کا تو کوئی سوال ہی ذہنوں میں نہیں آسکتا۔ البتہ "ذہنی غلامی" کا سوال ضرور پیدا ہو سکتا ہے سو اس منقول دین میں جس اولین طبقہ کا آدمی کلیۃً محتاج ہو روایت میں بھی اور درایت میں بھی۔ تلاوت میں بھی اور تعلم و تزکیہ میں بھی، اجمال میں بھی اور تفسیر میں بھی۔ آخر اُس کی ذہنی غلامی نہیں کرے گا، تو کرے گا کیا؟ اور جب کہ رسول خدا نے اُنہیں کو اُمت کے مختلف فرقوں کے حق و باطل کا معیار بھی قرار دے دیا اور معیار ہونے کی شان یہ ہے کہ اُن ہی سے حق و باطل ممتاز بھی ہوتا ہے اور اُن ہی سے ملتا بھی ہے تو اس صورت میں بجز "ذہنی غلامی" کے چارۂ کار بھی کیا ہے۔ ورنہ مُحق ہونے کے بجائے آدمی مبطل ہونا گوارہ کرے۔ روافض و خوارج معتزلہ اور دوسرے اُن ہی کے ہمرنگ فرقے مبطل ہی اسلئے قرار پائے کہ اُنہوں نے صحابہ کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھا۔ اُن کی ذہنی غلامی پر راضی نہ ہوئے اور اُن پر طعنہ زنی اور نکتہ چینی سے باز نہ آئے جس سے صاف لفظوں میں اللہ کے رسول نے روکا تھا۔ اور فرما دیا تھا کہ میرے صحابہ پر سب و شتم نہ کرو۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو جس میں نکتہ چینی اور گرفت اور نقد و تبصرہ سب ہی کچھ زیر ممانعت آجاتا ہے۔ وہ نجوم ہدایت ہیں تو ان سے راہ پائی جائے گی۔ انہیں راہ دکھائی نہیں جائے گی۔ اُن کی اقتداء کی جائے گی۔ اُن کی غلطیاں پکڑ پکڑ کر اُن سے اقتداء کرائی نہیں جائے گی۔

اس سے واضح ہے کہ جو لوگ اپنے نقد و تبصرہ کا دائرہ ان آباء صالحین تک وسیع کر دینا چاہتے ہیں اور بقول شخصے "بازی بازی بارِیش بابا ہم بازی" کے ڈھنگ پر اُن پر جرح و تنقید جائز سمجھتے ہیں تو یہی ایک چیز اُن کے مسلک کے باطل ہونے اور مخالف اہل سنت والجماعت ہو کر اُن سے اعتزال کر لینے کی کافی دلیل ہے۔ اب

خواہ وہ کوئی نیا فرقہ بن جائے یا پرانے مبطل فرقوں کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہو کر اُن ہی کا مقلد ہو۔ بہر حال وہ اہل حق میں سے نہ ہوگا۔

(۵) کیونکہ اس حدیث سے یہ بھی نمایاں ہے کہ جب صحابہ معیارِ حق و باطل ہیں تو اُن کی مخالفت ہی سے نیا فرقہ بنے گا۔ موافقت سے کوئی نیا فرقہ وجود میں نہیں آسکتا بلکہ وہی قدیم ناجی فرقہ برقرار رہتا ہے جو صحابہ کے واسطہ سے اپنا روحانی سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملائے ہوئے ہے۔ کیونکہ رسول خدا کے زمانہ میں ایک ہی فرقہ تھا جو ناجی تھا اور وہ صحابۂ کرام کی جماعت تھی جو برحق بھی تھی اور معیارِ حق بھی تھی۔ اس لئے بعد میں جتنے فرقے بنے وہ اُن کی مخالف راہ چلکر ہی بنے۔ اسلئے وہ ناحق قرار پائے کہ معیارِ حق سے الگ ہو گئے۔ پس جو لوگ بلا استثناء سارے صحابہ کی عظمت و عقیدت کے ساتھ پیروی کرتے ہیں اور اُن پر زبان طعن و تنقید کھولنا جائز نہیں سمجھتے وہ یقیناً فرقہ نہیں بلکہ اصل جماعت ہیں جن کے عقیدہ و عمل کا سرا سند کے ساتھ قرنِ اول کی پاکباز جماعت سے ملا ہوا ہے اور وہی اس جماعت کی سنتوں پر عقیدت و عظمت سے جمے ہوئے ہونے کے سبب صحیح معنی میں "اہل السنت والجماعت" کہلانے کے مستحق ہیں۔ البتہ صحابہ کا خلاف کرنے والے اور اُن پر جرح و تنقید سے نہ رکنے والے حتیٰ کہ اُسے اصولی قرار دے لینے والے درحقیقت بلاجہ کی نئی نئی شاخیں دین میں نکال کر اور نئے نئے خوشنما روپ کے عنوانوں سے دین کی تعبیریں کر کے اُسے صد رُخ بنا دینے والے امت میں تشتت و انتشار پھیلا رہے ہیں اور امت کو دین کے نام پر ضعیف و ناتواں بناتے جا رہے ہیں، تو یہی لوگ فی الحقیقت فرقہ ہیں "جماعت" نہیں۔ گو اپنے نام کے ساتھ جماعت کا لفظ پکار کر

شامل کریں۔ فاولئک الذین سمّاھم اللہ

بہر حال اس حدیث مذکور سے یہ واضح ہو گیا کہ صحابہ کو معیارِ حق رسول خدا نے بنایا اور وہ آپ کے منشار کے مطابق معیار حق ثابت ہوئے جن پر آج تک امت مرحومہ اپنے کھرے اور کھوٹے کو پہچانتی آرہی ہیں۔ رسول خدا نے اسی لئے اُن پر کلی اعتماد فرما کر اُن کے طریقہ کو اپنا طریقہ اور اپنے طریقہ کو اُن کا طریقہ فرمایا اور پوری امت کے لئے اُنہیں حجۃ قرار دیا۔ جس سے قیامت تک اُمت کے حق و باطل کا فیصلہ اُن ہی کے علم و عمل کے معیار سے ہوتا رہے گا۔

اندریں صورت مودودی صاحب کا دستور جماعت کی بنیادی دفعہ میں عموم و اطلاق کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ رسول خدا کے سوا کوئی معیار حق اور تنقید سے بالاتر نہیں ہے جس میں صحابہ سب سے پہلے شامل ہوتے ہیں اور پھر اُن پر جرح و تنقید کا عملی پروا زبھی ڈالدینا حدیث رسول کا محض معارضہ ہی نہیں بلکہ ایک حد تک خود اپنے معیار حق ہونے کا اِدّعا ہے جس پر صحابہ تک کو پرکھنے کی جرأت کر لی گئی۔ گویا جس اصول کو شد و مد سے تحریک کی بنیاد قرار دیا گیا تھا۔ اپنے بارہ میں اُسے ہی سب سے پہلے توڑ دیا گیا اور سلف و خلف کے لئے رسول کے سوا خود معیار حق بن بیٹھنے کی کوشش کی جانے لگی وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنسَاهُمْ اَنفُسَهُمْ۔

(۶) ادھر الفاظ حدیث سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ رسول خدا کے سوا ایک دو صحابی ہی معیار حق نہیں بنادیئے گئے بلکہ اَصْحَابِی جمع کا صیغہ لا کر اشارہ کیا گیا ہے کہ رسول کے سوا تمام صحابہ معیار حق بن کر واجب الاطاعت ہیں۔ جس کے لئے احادیث میں ایک ایک دو دو چار چار اُس سے زیادہ اور پھر پوری جماعت کی

اقتدار کے اوامر وارد ہوئے ہیں۔ کیونکہ معیار اگر معیار ہو کر بھی واجب الاطاعت نہ بنے تو وہ معیار معیار نہیں رہتا اور جبکہ معیار حق ساری جماعت صحابہ کو فرمایا گیا تو سارے ہی صحابہ بلا استثناء واجب الاطاعت بھی قرار دیدیئے گئے۔ ممکن ہے کہ کسی شکّی کو شک و شبہ گذرے کہ جب صحابہ کے فروعی مذاہب مختلف رہے اور مسائل میں اختلاف تناقض تک نظر آتا ہے تو لامحالہ ایک کی اطاعت کر کے بقیہ کی اطاعت سے دست برداری بھی کرنی پڑے گی۔ ورنہ ضدین کا اجتماع ہو جائے گا جو ناممکن العمل ہے تو پھر سب کی اطاعت و پیروی کہاں رہی اور ممکن ہی کب ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ اگر ایک کی پیروی دوسروں پر طعن و تنقید سے بچ کر اور سب کی عظمت رکھ کر ہو تو وہ سب ہی کی پیروی کہلائے گی۔ جیسے سلسلہ نبوت میں عملاً پیروی ایک رسول کی ہوتی ہے مگر معیار حق سب کو سمجھا جاتا ہے۔ عظمت و تنزیہہ اور تقدیس سب کی یکساں کی جاتی ہے۔ تنقید و تخطیہ سب کا معصیت سمجھا جاتا ہے تو یہی سارے انبیاء کی پیروی شمار کی جاتی ہے۔ ورنہ کسی ایک پر بھی زبان طعن بالسان نقد و تبصرہ کھول کر ہزار کی پیروی بھی پیروی نہیں ہے۔ بلکہ سب کی مخالفت اور بغاوت ہے۔ کیونکہ خود حضرات صحابہ فروعات میں مختلف رہنے کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کی عظمت و توقیر کو واجب و لازم سمجھتے اور اس کے خلاف کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام شرائع میں مختلف رہ کر ایک دوسرے کی تصدیق اصل ایمان قرار دیتے تھے۔ پس ایک طعنہ زن اور نکتہ چین جبکہ اُن کے اس قدر مشترک کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو وہ سب کی خلاف ورزی کا مرتکب اور سب کے حق میں باغی ہے۔ ذیل کے ارشاد نبوی میں اس حقیقت پر روشنی بھی ڈال دی گئی ہے کہ

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم	میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے۔

ایہم کے لفظ سے اقتداء تو مطلق رکھی گئی ہے کہ کسی کی بھی کی جائے ہدایت مل جائے گی لیکن نجوم کے لفظ سے نورانی سمجھنا اور ہادی ماننا سب کے لئے ضرور قرار دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ جس کی پیروی کرو نجم ہدایت اور نور بخش صرف اُسی کو سمجھو۔ پس پیروی کا عمل تو ایک دو تک محدود ہو سکتا ہے لیکن نور افشانی کا عقیدہ ایک دو تک محدود نہیں رہ سکتا وہ سب کیلئے ماننا لازمی ہوگا۔

بہر حال صحابہ کا طبقہ تو وہ ہے کہ اُس کا نام لے کر حضور نے اُسے اُمت کے مختلف مکاتیب خیال کے فرقوں کے حق و باطل کا معیار قرار دیا ہے تنقید سے بالاتر بتلایا اور اُن کی "ذہنی غلامی" یا اطاعت و پیروی ضروری قرار دی۔ باقی ان حضرات کے بعد کسی طبقہ کو طبقہ کی حیثیت سے نام لیکر معیار حق نہیں فرمایا۔ البتہ معیار حق ہونے کا ایک کلی ضابطہ اور معیاری اوصاف کا تعین فرما دیا گیا ہے جنہیں سامنے رکھ کر معیاری افراد کو ہر زمانہ میں فی الجملہ متعین کیا جا سکتا ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ قرون مشہود کے بعد بشری کمزوریوں کے امکانات بھی رہے اور ایسی کمزوریوں کا گاہ و بیگاہ عملاً ظہور بھی ہوا۔ لیکن ایسی گاہ و بیگاہ کی کمزوریوں سے معیاری شخصیتوں کے معیار ہونے میں فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اول تو اتقیاء اُمت میں سے کسی کی زندگی کو پاکباز زندگی کہنے کے لئے یہ کافی ہے کہ غالب زندگی تقویٰ و طہارت کی ہو۔ بھول چوک نسیان و ذہول اور گاہ و بیگاہ ادادی کمزوری انسانی خمیر میں ہے۔ دوسرے بعد کے لوگ صرف بایں معنی معیار حق و باطل ہوتے ہیں کہ اُن کی مجموعی

زندگی کو سامنے رکھ کر اپنے لئے دینی راہ عمل کا خاکہ بنالیا جائے اور اُسے اُن کے پارسایانہ عمل کے خاکہ پر منطبق کر کے اپنے حق و باطل کا فیصلہ کیا جاتا رہے بایں معنی معیار حق نہیں ہوتے کہ اُن کا ہر قول و فعل حجۃ شرعی ہو۔ سو اس قسم کے مقدس افراد اور معیاری لوگ ہر دور میں ہوتے رہیں گے اور امت کیلئے مینارۂ روشنی ثابت ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت شیخ نے معیاریت کے ایسے اوصاف پر بھی کتاب و سنت سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس لئے ڈالی ہے کہ راہ رشد و ہدایت میں محض لٹریچر سے رہنمائی نہیں ہوسکتی، جب تک کہ وہ شخصیتوں کے کردار کے جامہ میں سامنے نہ آئے ورنہ کتب سماویہ کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمائے جانے کی ضرورت نہ ہوتی درحالیکہ خود کتب سماوی کے معانی و مرادات کی تعیین کے لئے بھی معیار حق یہی مقدس ہستیاں ہوتی ہیں۔ وہ نہ ہوں تو کتب الٰہیہ کے معانی متعین کرنے میں ہر بوالہوس آزاد ہو جائے اور حق و باطل کا کوئی فیصلہ کبھی نہ ہو سکے۔ اسلئے قیامت تک رسول خدا کے بعد ایسی معیاری شخصیتوں کا بنام مجدد۔ محدث۔ امام۔ مجتہد۔ راسخ فی العلم مُحدَّث، فقیہ وغیرہ آتے رہنا ضروری ہے جس کے معیار سے اُمت کے عوام و خواص اپنے دینی عقیدہ و کردار کو جانچتے رہیں اور فی الجملہ اُن پر اپنے کو منطبق کر کے روحانی سکون و طمانینت حاصل کرتے رہیں۔

پس مودودی صاحب تو رسول خدا کے بعد کسی بھی انسان کو معیار حق ماننے کیلئے تیار نہیں۔ لیکن کتاب و سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول خدا کے بعد قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہینگی، جو درجہ بدرجہ حق و باطل کا معیار ثابت ہوتی رہیں گی، اور جو بھی کتاب و سنت کے الفاظ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی کرے گا تو ایسی ہی شخصیتیں

اپنے اپنے دور کے مناسب حال عنوانوں سے اُن کی تاویلات کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا روشن چہرہ دکھاتی رہیں گی۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین۔ (مشکوٰۃ)

اس علم (دین)، کو دہر دور میں، اعتدال پسند خلف (اپنے سلف سے) لیتے رہیں گے جو غلو پسندوں (اور حدود اعتدال سے گذر جانیوالوں) کی تحریفوں باطل پرستوں کی دروغ بافیوں اور جہلاء کی (رکیک) تاویلوں کو رد کرتے رہیں گے۔

اگر توفیق خداوندی شامل حال ہوئی تو ان معیاری شخصیتوں اور ان کے معیار ہونے کی شانوں کی تفصیل آئندہ کسی دوسرے مقالہ میں کی جاسکے گی۔

بہرحال حضرت شیخ مدظلہ کے مکتوب گرامی میں اہم اور بنیادی نقطۂ بحث بھی معیاریت غیر رسول کا مسئلہ ہے جس کو مودودی صاحب نے اُصولی طور پر اپنے بنیادی دستور میں رد کردیا ہے۔ اور شیخ نے اُسے اہل حق کی بنیاد قرار دیا ہے جس سے یہ اختلاف فرعی نہیں بلکہ اصولی بن گیا ہے۔ خدا کرے کہ مودودی صاحب اور اُن کے رفقائے کار اس پر توجہ دیں اور اس خلیج کو پاٹ دینے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں کسی تحریک کو چلانے کیلئے بنیادی اختلافات پیدا کر لینا خود تحریک کو اپنے ہاتھوں ختم کر دینا ہے۔ فرعی باتیں تو اتفاق واختلاف دونوں راستوں سے چلتی رہتی ہیں لیکن اصولی اختلاف اور صرفِ نظر ایک ظرف میں جمع نہیں ہو سکتے۔ وما علینا الا البلاغ

محمد طیب غفرلہ، مہتمم دار العلوم دیوبند

۲۰ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ

(یوم الخمیس)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محترم المقام! زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ نے جو تحریر بماہ صفر سنہ حال میں حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں بھیجی ہے میری نظر سے گذری۔ آپ کی مودودیت سے ناواقفی اور سادہ لوحی پر یا اگر واقف ہیں تو ہٹ دھرمی پر سخت تعجب اور افسوس ہوا۔

محترما! آپ فرماتے ہیں "صرف تحریکِ اقامتِ دین کی صحت کی بناء پر جماعت اسلامی کا رکن ہوں، اور تحقیقی طور پر معلوم کر چکا ہوں کہ جماعت اسلامی اور علماءِ دیوبند کے درمیان بعض مسائل میں فروعی اختلاف ہے، اصولی قطعاً نہیں ہے، اور مودودی صاحب نے بوجہ علم کامل نہ ہونے کے اپنی تحریرات میں جو واقعی غلطیاں کی ہیں، ان میں حق بجانب علماء دیوبند ہیں"۔

محترما! جماعت اسلامی سے ہمارا اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے۔ غور فرمایئے۔

دستورِ جماعت اسلامی صفحہ ۵ پر لکھا ہوا ہے۔

"رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اُس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے، اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے"۔ اھ

یہ تحریر کلمہ شریف کے دوسرے جزء محمد رسول اللہ کی تشریح میں لکھی گئی ہے۔ صفحہ ۴ پر مندرجہ ذیل کلمات سے یہ تشریح شروع ہوتی ہے۔

"اس عقیدے کے دوسرے جزء یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سلطان کائنات کی طرف سے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو جس آخری نبی کے ذریعہ سے مستند ہدایت نامہ اور ضابطۂ قانون بھیجا گیا۔ اور جس کو اس ضابطہ کے مطابق کام کر کے ایک مکمل نمونہ قائم کر دینے پر مامور کیا گیا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں الخ"

اسی تشریح کے آخر میں نمبر ۶ پر مندرجہ بالا عبارت لکھی گئی ہے جس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی انسان خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خواہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں یا حضرت نوح علیہ السلام۔ وغیرہ وغیرہ تمام گذشتہ انبیاء میں سے کوئی بھی معیار حق نہیں ہے، اور نہ تنقید سے بالاتر ہے اور نہ اس کی ذہنی غلامی جائز ہے

حالانکہ متفقہ اصول قطعیہ میں سے یہ اصول اور عقیدہ ہے کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا جزء ایمان ہے، بغیر اس کے ایمان صحیح ہی نہیں ہو سکتا۔ جن جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآن میں تفصیلاً آیا ہے اُن پر تفصیلی طور پر ایمان لانا اور جن کا ذکر مجملاً آیا ہے اُن پر اجمالی طور پر ایمان لانا ضروری اور فرض ہے۔ یہ اصولی مسئلہ ہے فروعی نہیں، مگر دستور جماعت اسلامی اس کو رد کر رہا ہے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی انسان کو نبی اور رسول نہیں مانتا۔ کیونکہ ہر نبی معیار حق ہے اور تنقید سے بالاتر ہے، اُس کے زمانہ میں اسی کی ذہنی غلامی واجب ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

(اولاً) دستور اسلامی کی عبارت دیکھئے۔ اس میں رسول خدا کا لفظ پہلے لایا گیا ہے۔ جس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ (الف) یہ تمام عبارت لفظ محمد رسول اللہ کی تشریح میں لکھی گئی ہے۔ (ب) لفظ رسول خدا مفرد لایا گیا ہے۔ اسلئے کوئی دوسرا مراد نہیں لیا جا سکتا۔ (ج) اسی تشریح میں اس عبارت سے پہلے تین چار جگہ یہی لفظ رسول خدا لایا گیا ہے جس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

(ثانیاً) چونکہ ہر نبی معیار حق ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل الآیہ یہ ارشاد وحی اور ان انبیاء علیہم السلام کے تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد ذکر کیا گیا ہے، جن پر وحی نازل کی گئی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے بھیجنے اور ان پر وحی کرنیکا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر احتجاج کرنیکا موقعہ باقی نہ رہے اور اُنکی حجتیں منقطع ہو جائیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر نبی معیار حق ہو۔ اُسی کے قول اور فعل سے حق ظاہر اور ثابت ہوتا ہو۔

(ثالثاً) چونکہ ہر نبی پر جن کا ذکر قرآن میں تفصیلاً آیا ہے اُن پر ایمان لانا تفصیلاً اور جن کا ذکر اجمالاً آیا ہے اُن پر اجمالاً ایمان لانا فرض اور واجب ہے۔ اُن میں تفرقہ کرنا کہ بعض پر ایمان لائیں بعض پر نہ لائیں درست نہیں ہے۔ اسلئے سب کی تعظیم ضروری ہے اور سب کی تنقید سے بچنا اور ان کو واجب الاتباع اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ قرآن شریف میں ہے اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ الآیہ (سورہ بقرہ)۔ اور سورہ نساء میں ہے ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ ویفرقون بین اللہ و رسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض

ویریدون ان یتخذوا بین ذلك سبیلا اولئك هم الکافرون حقا و اعتدنا للکافرین عذابا مهینا والذین اٰمنوا باللہ ورسله ولم یفرقوا بین احد منهم اولئك سنوتیهم اجورهم الآیہ

محترما۔ غور فرمائیے جبکہ انبیاء علیہم السلام کے بعثت کا نصب العین یہ قرار دیا گیا ہے کہ کسی انسان کو احتجاج کا موقعہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ وحی اور موحیٰ الیہم کے ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما (سورہ نساء ع۲۳) تو کیا کسی رسول اور نبی کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ معیار حق نہیں ہے اور جبکہ بعد ذکر اسامی انبیاء علیہم السلام ارشاد ہوتا ہے اولئك الذین هدی اللہ فبهداهم اقتده الآیہ (سورہ انعام ع) اور ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا (سورہ نحل ع۱۶) اور ومن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه الآیہ سورہ بقرہ ع۱۶) تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی یا ان میں سے کسی کی ذہنی غلامی اور تقلید کو ناجائز کہا جائے۔
اور جبکہ فرمایا جاتا ہے ولقد اصطفیناه فی الدنیا وانه فی الآخرة لمن الصالحین الآیہ (بقرہ ع۱۶)، وتلك حجتنا اٰتیناها ابراهیم علی قومه نرفع درجات من نشاء ان ربك حکیم علیم۔ ووهبنا له اسحٰق ویعقوب کلا هدینا ونوحا هدینا من قبل ومن ذریته داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وهارون وکذلك نجزی المحسنین وزکریا ویحیٰی وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین واسماعیل والیسع ویونس ولوطا وکلا فضلنا علی العالمین ومن اٰباءهم وذریاتهم واخوانهم واجتبیناهم وهدیناهم

الی صراط مستقیم ذلک هدی اللہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون اولئک الذین اٰتینا ھم الکتاب والحکم والنبوۃ فان یکفر بھا ھؤلاء فقد وکلنا بھا قوما لیسوا بھا بکافرین اولئک الذین ھدی اللہ فبھدا ھم اقتدہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الآیہ (سورہ انعام)

ان آیات میں غور فرمائیے کہ ان انبیاء سابقین کی کس قدر زوردار الفاظ میں تعریف اور ثناء فرمائی گئی ہے اور سب کے رفع درجات، ہدایت، احسان صلاح، تفضیل علی العالمین، اجتباء اور ہدایت وغیرہ کی خبر سے نوازا گیا ہے، کیا ایسے زوردار الفاظ کے بعد بھی کوئی گنجائش تنقید کی باقی رہ جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ صاد وغیرہ میں حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب حضرت ابراہیم حضرت اسحاق۔ حضرت یعقوب حضرت اسماعیل حضرت یسع حضرت ذوالکفل وغیرہ کی کس مبالغہ کے ساتھ تقدیس فرمائی گئی ہے۔ کہیں فرمایا جاتا ہے انہ اواب کہیں فرمایا جاتا ہے واٰتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ کہیں فرمایا جاتا ہے ان لہ عندنا لزلفی وحسن مآب یہ زوردار ثنائیں حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے فرمایا جاتا ہے نعم العبد انہ اواب وان لہ عندنا لزلفی وحسن مآب حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب۔ حضرت ابراہیم حضرت اسحق حضرت یعقوب علیہم السلام کے لئے فرمایا گیا ہے اولی الایدی و الابصار انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار حضرت اسماعیل اور یسع اور ذی الکفل علیہم السلام کے لئے

فرمایا گیا و کل من الاخیار۔ اسی طرح سورہ یوسف میں ذکر فرمایا گیا ہے کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مخلص بندے برائیوں اور فواحش سے پاک اور صاف رکھے جاتے اور معصوم ہوتے ہیں۔ کیا ایسی اجتبائیت اور عنایت خداوندی کے بعد بھی معاذاللہ ان انبیاء علیہم السلام میں ایسا کوئی کلام جیسا کہ دستور مودودی میں ذکر کیا گیا ہے لایا جا سکتا ہے۔ بہرحال یہ دفعہ بالکل باطل اور ضلالت ہے جس کا صریح مدلول تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کو غیر معیار حق، تنقید سے بالاتر نہ ہونا" اور ان کی ذہنی غلامی کا عدم جواز ہے جس کے معنی اُن کی نبوت کا صاف انکار کرنا ہے۔

محترما یہ دفعہ ۶ دستور جماعت اسلامی میں لکھی گئی ہے جس کی تمام عبارت کا نہایت پنچی تلی ہونا اور اصول کلیہ ہونا ضروری ہے۔ ہر جماعت اور پارٹی کا دستور نہایت معتمد علیہ اور استوار ہوتا ہے، اُس میں حشو و زوائد کی جگہ نہیں ہوتی، اور پھر وہ بھی عقیدہ کے الفاظ کے ساتھ ذکر کی گئی جو کہ مدار دین ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تمام جماعت اسلامی اور اس کے بانی کا یہی عقیدہ ہے۔ پھر فرمایئے کہ اس عقیدہ کے ساتھ اسلام اور ایمان باقی رہ سکتا ہے یا نہیں۔ اور کیا یہ فروعی مسئلہ ہے یا اصولی۔ اور کیا وہ جماعت جس کا یہ عقیدہ ہو، اُس کی تضلیل سے ایک دم کے لئے بھی سکوت جائز ہو سکتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس دفعہ کی آخری سطور میں فرمایا گیا ہے " ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اُس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اُس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اُس کو اُسی درجہ میں رکھے" اس عبارت سے مندرجہ بالا اشکال دفع ہو جاتا ہے۔

تو یہ غلط اور دھوکہ ہے۔ جن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقدیس اور نبوت قرآن عظیم میں ذکر کی گئی ہے ان کو ماننا اور ان پر ایمان لانا بہر حال از بس ضروری ہے۔ کسی جانچ اور پرکھ پر موقوف نہیں ہے۔ قرآن کی قطعی تقدیس اور تزکیہ کے سامنے انسانی کمزور علم کی جانچ اور پرکھ کوئی وقعت نہیں رکھ سکتی۔

مذکورہ بالا دفعہ میں تو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معیار حق ہونا، تنقید سے بالاتر ہونا اُن کی ذہنی غلامی کرنا تسلیم کر کے باقی انبیاء علیہم السلام کے لئے ہی ان امور کا انکار کیا گیا ہے مگر تفہیمات جلد ثانی ص۴۳ میں حضرت محمد علیہ السلام کے لئے بھی ان امور کا انکار کر دیا گیا اور سب کو غیر معیار حق اور غیر معصوم قرار دے دیا گیا۔ فرماتے ہیں۔

لیکن ان حضرات نے شاید اس امر پر غور نہیں کیا کہ عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے مصلحۃً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لئے بھی ان سے منفک ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ

> "اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں"

اب فرمائیے کہ مذکورہ بالا عقیدہ ہر نبی کے متعلق جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں کہاں تک اصول اور عقائد اسلامیہ کے مطابق ہے جس میں ہر نبی سے عصمت اور حفاظت کا اُٹھا لینا اور بالارادہ اُن سے لغزشیں کرا دینا مانا گیا ہے۔ ایسی

صورت میں تو کوئی نبی بھی معیار حق نہیں رہ سکتا اور نہ کسی نبی پر ہمیشہ اعتماد ہو سکتا ہے۔ جو حکم بھی ہوگا اُس میں یہ احتمال موجود ہے کہ کہیں وہ عصمت اور حفاظت کے اُٹھ جانے کے زمانہ کا نہ ہو۔

اب بتلائیے کہ یہ خلاف اصولی ہے یا فروعی، اور بتلائیے کہ اسلامی جماعت اور اُس کے بانی مسلمان ہیں یا نہیں (تنبیہ) اس تحریر تفہیمات میں بالکل غلط باتیں لکھی گئی ہیں۔ یعنی مودودی کا یہ کہنا کہ عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے، بالکل غلط ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی عصمت نبوت کے لوازم ذاتیہ میں سے ہی ہے۔ ہاں بحیثیت نبوت لوازم ذاتیہ میں سے ہے بحیثیت بشریت نہیں ہے، اور اسی طرح عصمت ان کی دائمی ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتی۔ جن امور کو مودودی صاحب لغزشیں شمار کرتے ہوئے عصمت کا اٹھ جانا سمجھتے ہیں، یہ ان کی غلطی ہے، یہ امور معصیت ہیں ہی نہیں صرف صورت معصیت ہیں۔ حدیث انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی الحدیث اس کے لئے شاہد عدل ہے۔ کما تقرر فی مواقعھا جس طرح خطا اور قتل عمد صورۃً ایک ہی جیسے ہیں مگر حقیقت میں دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اسی طرح نیت معصیت سے جرم کا ارتکاب اور بلا نیت معصیت، معصیت کا ارتکاب زمین آسمان کا فرق رکھتا ہے۔ اول کبائر معاصی میں ہو ہے تو ثانی خطاء اجتہادی اور زلّت ہے۔ بہرحال عصمت انبیاء علیہم کے لئے نبوت کی لوازم ذاتیہ میں سے ہے۔ کبھی اُن سے جدا نہیں ہوتی۔ جو افعال ان سے معاصی سمجھے گئے ہیں وہ حقیقۃً معاصی نہیں ہیں۔ وہ صرف صورۃً ہی معاصی اور خطاء اجتہادی اور زلّت ہیں (**فائدہ**) مودودی صاحب کا یہ ارشاد تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں، نہایت

عجیب فلسفہ ہے۔ بشریت کے پہچاننے کے واسطے بھوک پیاس بیماریاں نوم وغیرہ ظاہری لوازم بشریت کافی ہیں۔ زلتین اور معاصی کے صدور کی نہ ضرورت ہے، اور نہ ان کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے اور نہ یہ لوازم بشریت سے ہیں۔

یہ بحث تو جماعت اسلامی کے عقیدہ دربارہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق تھی، اب اُن کے حواریین اور صحابہ کے متعلق اُن کے عقیدہ پر غور فرمائیے چونکہ صحابہ کرام انبیاء علیہم السلام اور امت کے درمیان میں واسطہ ہیں۔ اُنہیں کے ذریعہ اور وسیلہ سے کتاب اللہ بھی امت کو پہنچی ہے اور سنت بھی۔ اسلئے وہ ہی مدار دین ہیں۔ اگر وہ معتمد علیہ ہیں، تب تو کتاب اور سنت پر اعتماد ہو سکتا ہے ورنہ تمام دینی عمارت کھوکھلی اور ناپایدار ہوجاتی ہے۔ اسی وجہ سے زنادقہ اور مبتدعین نے ہمیشہ اس جماعت صحابہ کو مطعون کرنے کی کوشش بلیغ کی ہے۔ ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں

اذا رأیت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق وذلک ان الرسول حق والقرآن حق وما جاء بہ حق وانما ادّی الینا ذلک کل الصحابۃ وھؤلاء یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ والجرح بھم اولی وھم زنادقۃ اھ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد اول)

(ترجمہ) جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اسلئے کہ رسول حق ہے اور قرآن حق ہے اور جو رسول لایا ہے وہ حق ہے اور چونکہ ہم تک ان سب کے پہنچانے والے صحابہ ہیں تو یہ لوگ ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں تاکہ کتاب اور سنت کو باطل کردیں اسلئے انہیں کو مجروح کرنا اولیٰ ہے۔ یہی لوگ زندیق ہیں۔

اور اسی وجہ سے اہل حق نے ہمیشہ پوری تحقیق کے ساتھ ان پر عائد کردہ شدہ الزامات کی چھان پھٹک کی۔ حق و باطل میں تمیز کی۔ کھرے اور کھوٹے کو پرکھ کر ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھا اور ان کے دامن تقدس پر ادنیٰ درجہ کا بھی دھبہ نہیں آنے دیا، جیسا واقعہ تھا اسی کو اپنایا اور اُسی کو ظاہر کیا اور اُسی پر امت کو چلایا۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کے متعلق فرماتے ہیں۔

فھم خیر القرون وخیر امۃ اخرجت للناس ثبتت عدالۃ جمیعھم بثناء اللہ عزوجل علیھم وثناء رسول علیہ السلام ولا اعدل ممن ارتضاہ اللہ لصحبۃ نبیہ ونصرتہ ولا تزکیۃ افضل من ذلک ولا تعدیل اکمل منہ قال اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ والذین معہ الآیہ۔

(استیعاب جلد اول ص۲)

(ترجمہ) پس یہ لوگ (صحابہ کرام) خیر القرون ہیں اور تمام اُن اُمتوں میں جو کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے بنائی گئی ہیں بہترین ہیں۔ ان سب کی عدالت اللہ تعالیٰ کی ثناء اور صفت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء سے ثابت ہوئی ہے اور کوئی زیادہ عدالت والا اُس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اپنے نبی کی صحبت اور مدد کیلئے اور کوئی پاکیزگی اس سے افضل نہیں ہے اور نہ کوئی تعدیل اس سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد رسول اللہ والذین معہ الخ

پھر صفحہ ۷ میں فرماتے ہیں۔

قال ابو عمر رضی اللہ عنہ انما وضع اللہ عزوجل اصحاب رسولہ الموضع الذی وضعھم فیہ بثنائہ

(ترجمہ) (حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ پھر فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے عدالت اور دیانت کی ثنا اور صفت سے جس عظیم الشان مرتبہ پر پہنچ

عليهم من العدالة والدين والامانة لتقوم الحجة على جميع اهل الملة بما رووه عن نبيهم من فريضة وسنة فصلى الله عليه وسلم ورضى عنهم اجمعين فنعم العون كانوا له على الدين فى تبليغهم عنه الى من بعدهم من المسلمين

رسول کے اصحاب کو رکھا ہے وہ صرف اس لئے کہ اُن کی اُن روایتوں سے جن کو اُنہوں نے اپنے نبی سے فرائض اور سنتوں کو روایت کیا ہے تمام امت پر حجت قائم ہو جائے پس اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان تمام صحابہ سے راضی ہو جائے۔ یہ لوگ دین کو بعد والے مسلمانوں تک پہنچانے میں آپ کی طرف سے بہترین اور بہت اچھے مُبلّغ تھے اھ

محقق ابن ہمام حنفی اور علامہ ابن ابی شریف شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ صفحہ ۱۳۰ میں فرماتے ہیں۔

واعتقاد اهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضى الله عنهم وجوبًا باثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم كما اثنى الله سبحانه وتعالے عليهم اذ قال كنتم خير امة اخرجت للناس وقال تعالى وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس الخ

اہل سنت اور جماعت کا عقیدہ تمام صحابہ کے وجوب تزکیہ کا ہے کہ اُن سب کی عدالت مان لی جائے اور اُن میں طعن کرنے سے رکا جائے اور اُن کی ایسی ثناء اور صفت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جتنی امتیں لوگوں کیلئے بنائی گئی ہیں اُن میں تم سب سے بہتر ہو اور فرماتا ہے، ہم نے تم کو متوسط امت بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو الخ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد اول صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں:

الفصل الثالث فی بیان حال الصحابة

اتفق اهل السنة علی ان الجمیع عدول ولم یخالف فی ذلك الا شذوذ من المبتدعة وقد ذکر الخطیب فی الکفایة فصلاً نفیسا فی ذلك فقال عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعدیل الله لهم واخباره عن طهارتهم واختیاره لهم فمن ذلك قوله کنتم خیر امة اخرجت للناس وقوله وکذلك جعلناکم امة وسطا وقوله لقد رضی الله عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم وقوله والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه وقوله یا ایها النبی حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنین وقوله تعالیٰ

فصل ۳ احوال صحابہ کے بیان میں

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ اس میں سوائے چند مبتدعین کے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ کفایہ میں خطیب نے ایک نفیس فصل اس کے متعلق ذکر کی ہے۔ فرمایا کہ عدالت صحابہ کی اُن کی اللہ تعالےٰ کی تعدیل اور اُن کی پاکیزگی کی خبر دینے اور اُن کے مختار بنانے سے ثابت ہوئی ہے ان نصوص اور آیات میں سے آیت کنتم خیر امة اخرجت للناس اور آیت وکذلك جعلناکم امة وسطا اور آیت لقد رضی الله عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم اور آیت والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه اور آیت یا ایها النبی حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنین اور آیت

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا
من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا
من الله ورضوانا وينصرون الله
ورسوله اولئك هم الصادقون..
......الى قوله انك رؤف رحيم فى
أيات كثيرة يطول ذكرها والاحاديث
شهيرة يكثر تعدادها وجميع ذلك
يقتضى القطع بتعديلهم ولا يحتاج
احد منهم مع تعديل الله ورسوله
الى تعديل احد من الخلق على انه
لولم يرد من الله ورسوله فيهم شئ
مما ذكرنا لاوجبت الحال التى كانوا
عليها من الهجرة والجهاد ونصرة
الاسلام وبذل المهج والاموال و
قتل الاباء والاولاد والابناء)
والمناصحة فى الدين وقوة الايمان
واليقين القطع على تعديلهم والاعتقاد
لنزاهتهم وانهم افضل من جميع
الخالفين بعدهم والمعدلين

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا
من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا
من الله ورضوانا وينصرون الله
ورسوله اولئك هم الصادقون
......انك رؤف رحيم تک۔ اس طرح
کی بہت سی آیات ہیں جن کے ذکر کرنے میں طول
ہے اور بہت سی حدیثیں ہیں جنکی تعداد بہت ہے
اور ان تمام نصوص کا تقاضا یہ ہے کہ ان صحابہ
کرام کی تعدیل کا یقین کیا جائے اور اللہ اور اُسکے
رسول کی تعدیل ہونے کے ساتھ کسی مخلوق کی تعدیل
کی حاجت نہ سمجھی جائے علاوہ ازیں یہ بات ہو کہ
اگر اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اگر ان صحابہ
کے متعلق کوئی نص وارد بھی نہ ہوتی جن کو ہم نے ذکر
کیا ہے تو بھی اُن کی وہ حالتیں جن پر وہ تھے ہجرت
اور جہاد، اسلام کی مدد، جانوں اور مالوں کے فدا کردینے
اپنے باپوں اور بیٹوں کے قتل کردینے، دین کی خیر
خواہی، یقین اور ایمان کی قوت، یہ امور یقین دلاتے ہیں
کہ اُن کی تعدیل کی جائے اور اُنکی نزاہت اور پاکبازی
پر اعتقاد کیا جائے اور تسلیم کیا جائے کہ وہ اپنے بعد کے

الذين يجيئون من بعدهم
هذا مذهب كافة العلماء ومن
يعتمد قوله الخ "الى ان قال" وقد
كان تعظيم الصحابة ولو كان اجتماعهم
به صلى الله عليه وسلم قليلا مقررا
عند الخلفاء الراشدين وغيرهم
فمن ذلك الخ فذكر قصة صحابي
هجا الانصار بسنده الى ان قال
فقال لهم عمر لولا ان له صحبة من
رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ادري
ما نال فيها لكفيتكموه ولكن له صحبة
من رسول الله صلى الله عليه وسلم اه
لفظ علي بن الجعد ورجال هذا الحديث
ثقات وقد توقف عمر رضي الله عنه
عن معاتبته فضلا عن معاقبته لكونه
علم انه لقي النبي صلى الله عليه وسلم
وفي ذلك ابين شاهد على انهم كانوا
يعتقدون ان شان الصحابة لا يعدله
شيء كما ثبت في الصحيحين عن

تمام آنیوالوں اور تمام تعدیل کردہ شخصوں سے افضل
ہیں۔ یہی مذہب تمام علماء اور اُن لوگوں کا ہے جو کہ
معتمد علیہ ہیں...... صحابہ کرام کی (اگرچہ انکا اجتماع
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
کم ہوا ہو) تعظیم خلفاء راشدین اور دوسروں کے
نزدیک مقرر اور مسلم تھی۔ اسی میں سے ایک واقعہ
ذیل ہے (اس کے بعد اسناد کے ساتھ اُس
صحابی کا ذکر کیا ہے جس نے ایک انصاری کی
ہجو کی تھی اور اُسکے متعلق حضرت عمرؓ کو اطلاع
دی گئی تھی) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر اس شخص
کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا وہ شرف
حاصل نہ ہوتا جس میں میں نہیں جانتا اس نے کیا
کیا فضائل حاصل کئے ہیں تو میں اُسکو سزا دینے میں
تم کو کافی ہوتا لیکن اُسکو جناب رسولؐ کی صحبت حاصل
ہے (روایت علی بن الجعد ختم ہوئی اسکے راوی سب
ثقہ ہیں) تو حضرت عمرؓ نے اُس بدوی صحابی کو (جس
نے انصاری کی ہجو کی تھی) سزا دینا تو درکنار ملامت
بھی نہیں کی۔ فقط اس وجہ سے کہ اُن کی ملاقات
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی،

ابی سعید الخدری رضی اللہ
عنہ من قولہ صلی اللہ علیہ و
سلم والذی نفسی بیدہ لو انفق
احدکم مثل احد ذہبا ما ادرک
مُدّ احدہم ولا نصیفہ - و
تواتر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم
قولہ خیر الناس قرنی ثم
الذین یلونہم وقال بہز بن
حکیم عن ابیہ عن جدہ عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انتم توفون سبعین امۃ انتم
خیرہا واکرمہا علی اللہ عزوجل
وروی البزار فی مسندہ بسند
رجالہ موثقون من حدیث
سعید بن المسیب عن جابر
رضی اللہ عنہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
اللہ اختار اصحابی علی الثقلین
سوی النبیین والمرسلین

تو اس واقعہ میں کھلی ہوئی گواہی اس بات کی ہے
کہ خلفاء راشدین اعتقاد رکھتے تھے کہ صحابہ کی شان
کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی جیسا کہ صحیحین میں حضرت
ابو سعید خدری کی روایت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ قول ذکر کیا گیا ہے "قسم ہے اُس ذات
مقدسہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم
میں کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو
صحابہ کرام کے ایک مُد کو اور نہ نصف مد تک پہنچ
سکتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے بطریق تواتر منقول ہوتا چلا آتا ہے کہ آپ نے
فرمایا "تمام قرنوں میں بہترین تر میرا قرن ہے
پھر اُن کے متصل بعد والوں کا۔ بہز بن حکیم عن
ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ستر امتوں
کو پورا کرنے والے ہو۔ تم سب میں بہتر اور کرامت
والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو۔ بزار نے اپنی
مسند میں موثق راویوں کی روایت ذکر کی ہے
کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو سوا

وقال عبد اللہ بن ھاشم الطوسی ثنا وکیع قال سمعت سفیان یقول فی قولہ تعالیٰ قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی قال ھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم والاخبار فی ھذا کثیرۃ جدا فلنقتصر علی ھذا القدر ففیہ مقنع اھ

(الاصابہ جلد ۱ صفہ ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵)

انبیاء اور مرسلین کے تمام ثقلین (انسانوں اور جنات) سے مختار بنایا۔ حضرت سفیان آیت قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور روایات اور خبریں اس میں بہت زیادہ ہیں۔ ہم اسی قدر پر اقتصار کریں تو بہتر ہے اسی میں قناعت ہے اھ

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ للامام ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ جلد اول ص ۲

ترجمہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ج ۱ ص ۲

"والصحابۃ یشارکون سائر الرواۃ فی جمیع ذلک الا فی الجرح والتعدیل فانھم کلھم عدول لا یتطرق الیھم الجرح لان اللہ عزوجل ورسولہ زکیاھم وعدلاھم وذلک مشھور لا نحتاج لذکرہ ویجئ کثیر منہ فی کتابنا

صحابہ کرام تمام راویوں کے ساتھ تمام باتوں میں شریک ہیں مگر جرح اور تعدیل میں نہیں کیونکہ وہ سب کے سب عادل اور ثقہ ہیں اُن کی طرف جرح نہیں جاسکتا کیونکہ اللہ اور اُس کے رسول نے اُن کی پاکبازی اور تعدیل بیان فرمائی ہے اور یہ مشہور ہے ذکر کی ضرورت نہیں ہے

فلا نطول به ههنا

مرقاة شرح مشكوة جلد ۵ ص۵۱۷

والصحابة كلهم عدول مطلقا لظواهر الكتاب والسنة واجماع من يعتد به وفي شرح السنة قال ابو منصور البغدادي اصحابنا مجمعون على ان افضلهم الخلفاء الاربعة على الترتيب المذكور ثم تمام العشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم بيعة الرضوان ومن له مزية من اهل العقبتين من الانصار وكذلك السابقون الاولون وهم من صلى القبلتين وقيل هم اهل بيعة الرضوان وكذلك اختلفوا في عائشة و خديجة رضي الله عنهما ايهما افضل وفي عائشة وفاطمة رضي الله عنهما واما معاوية رضي الله عنه فهو من العدول الفضلاء

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ ص۵۱۷ میں ہے۔

"صحابہ سب کے سب مطلقاً عادل اور ثقہ ہیں کیونکہ قرآن اور سنت اور معتمد علیہ لوگوں کے اجماع کی ظاہری عبارتیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ شرح السنۃ میں ابو منصور بغدادی سے نقل ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اکابر اجماع کئے ہوئے ہیں کہ اصحاب کرام میں سب سے افضل چاروں خلیفے ترتیب وار ہیں۔ پھر تمام عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر اہل بیعۃ الرضوان اور اہل بیعۃ دونوں عقبہ والے انصار میں سے اور ایسے ہی سابقین اولین (اور وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی نماز پڑھی) اور بعضوں نے کہا کہ وہ اہل بیعت رضوان ہیں اور اسی طرح آپس میں اختلاف حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا میں کہ ان دونوں میں کون افضل ہے اور ایسا ہی اختلاف حضرت عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا میں ہوا کہ دونوں میں کون

والصحابة الاخيار والحروب
التي جرت بينهم كانت لكل
طائفة شبهة اعتقدت تصويب
نفسها بسببها وكلهم متأولون في
حروبهم ولم يخرج بذلك احد
منهم من العدالة لانهم
مجتهدون اختلفوا في مسائل
كما اختلف المجتهدون بعدهم
في مسائل ولا يلزم من ذلك
نقص احد منهما اھ

افضل ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
عدول فضلا اور بہترین صحابہ میں سے ہیں اور
جو لڑائیاں آپس میں واقع ہوئی ہیں تو ہر
ایک جماعت کو شبہ تھا جس سے ہر ایک
اپنے آپ کو حق اور صواب پر خیال کرتی تھی۔
اور سب کے سب اپنی اپنی لڑائیوں میں تاویل
کرنے والے تھے ان میں سے کوئی بھی اس وجہ
سے عدالت سے نہیں نکلا۔ کیونکہ ہر ایک
مجتہد جماعت تھی۔ آپس میں متعدد مسائل
میں مختلف ہوئیں جیسے کہ بعد میں مجتہدین
مسائل میں مختلف ہوئے۔ کسی کو کوئی نقصان عارض نہیں ہوا۔

تحریر الاصول للمحقق ابن ہمام اور اس کی شرح تقریر الاصول جلد ثانی صفحہ
۲۶۰ میں مذاہب اور دلائل ذکر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں۔

على ان ابن عبد البر حكى اجماع
اهل الحق من المسلمين وهم
اهل السنة والجماعة على ان
الصحابة كلهم عدول وهذا اولى
من حكاية ابن الصلاح اجماع
الامة على تعديل جميع الصحابة

ان سب کے علاوہ یہ ہے کہ علامہ ابن عبد البر
نے مسلمانوں کے اہل حق کا (اور وہ اہل سنت
والجماعت ہیں) اجماع ذکر کیا ہے اس امر
پر کہ صحابہ سب کے سب عدول ہیں، اور یہ
عبارت ابن صلاح کی عبارت سے بہتر ہے
انہوں نے اسی کو تمام امت کا اجماع ذکر کیا کہ

نعم حكاية اجماع من يعتد
بهم في الاجماع على تعديل من
لابس الفتن منهم حسن وقال
السبكي والقول الفصل انا نقطع
بعدالتهم من غير التفات الى
هذيان الهاذين وزيغ المبطلين
وقد سلف اكتفاؤنا في العدالة
بتزكية الواحد منا فكيف بمن
زكاهم علام الغيوب الذي
لا يعزب عن علمه مثقال ذرة
في الارض ولا في السماء في غير
آية وافضل خلق الله الذي
عصمه الله من الخطأ في الحركات
والسكنات محمد صلى الله عليه
وسلم في غير حديث ونحن
نسلم امرهم فيما جرى بينهم
الى ربهم جل وعلا ونبرأ الى
الملك سبحانه من يطعن فيهم
ونعتقد ان الطاعن على ضلال

تمام امت تمام صحابہ کی تعدیل پر متفق اور اجماع
کئے ہوئے ہے ہاں ابن صلاح کا یہ کہنا کہ صحابہ
میں سے جو لوگ فتنوں میں شریک ہوئے اُن
کی تعدیل پر معتبرین امت کا اجماع ہے۔ یہ قول
ابن صلاح کا حَسَن ہے۔ امام ابن سبکی نے
قول فیصل اس مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ ہم بغیر
بیہودہ لوگوں کی بیہودہ باتوں اور اہل باطل
کی گمراہیوں کی طرف التفات کئے ہوئے ان
صحابہ کرام کی عدالت پر یقین رکھتے ہیں پہلے
گذر چکا ہے کہ تزکیہ ایک شخص کا بھی ہمارے
نزدیک کافی ہے تو پھر اُن لوگوں کے مزکی
ہونے میں کیا تامل ہو سکتا ہے جن کو اُس
علام الغیوب نے جس کے علم سے ذرہ بھر بھی
آسمانوں اور زمینوں میں غائب نہیں ہے مزکی
قرار دیا ہو۔ متعدد آیات ہیں۔ اور جن کو اُس
افضل خلق اللہ نے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام حرکات
وسکنات میں خطا سے معصوم کیا ہے (یعنی
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بہت سی حدیثوں
میں مزکی قرار دیا ہے اور ہم اُن کے آپس کے

مهين وخسران مبين مع اعتقادنا ان الامام الحق كان عثمان وانه قتل مظلوما وحمى الله الصحابة من مباشرة قتله فالمتولى قتله كان شيطانا مريدا الا نحفظ عن احد الرضا بقتله انما المحفوظ الثابت عن كل منهم انكار ذلك ثم كانت مسئلة الاخذ بالثار اجتهادية رأى على كرم الله وجهه التاخير مصلحة ورأت عائشة رضى الله عنها البدار مصلحة وكل جرى على وفق اجتهاده وهو ماجور ان شاء الله تعالى - ثم كان الامام الحق بعد ذى النورين عليا كرم الله وجهه وكان معاوية رضى الله عنه متاولا هو وجماعته ومنهم من قعد من الفريقين و احجم عن الطائفتين لما اشكل الامر

وقائع کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، اور ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن لوگوں سے برارت پیش کرتے ہیں جو کہ صحابہ کرام کے متعلق طعن کرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُن کو طعن کرنے والے ذلیل گمراہی اور کھلے خسران میں مبتلا ہیں اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امام حق تھے اور وہ مظلوم قتل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اُن کے قتل میں حصہ لینے سے محفوظ رکھا۔ اُن کو قتل کرنے والا بہت متعنت شیطان تھا صحابہ کرام سے سب سے اُن پر انکار ہی ثابت ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بدلہ کا مسئلہ اجتہادی تھا حضرت علی رض کی رائے تھی کہ تاخیر میں مصلحت ہے اور حضرت عائشہ رض کی رائے تھی کہ جلدی مصلحت ہے اور ہر ایک اپنے اجتہاد پر عامل ہوا، اور وہ انشاء اللہ اجر حاصل کرے گا۔ پھر امام حق بعد ذی النورین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور حضرت معاویہ رض اور اُن کی جماعت تاویل کرنے والے تھے اور انہیں میں سے وہ لوگ تھے جو کہ

وكل عمل بما ادى اليه اجتهاده
والكل عدول رضى الله عنهم
فهم نقلة هذا الدين وحملته
الذين باسيافهم ظهر وبالسنتهم
انتشر ولو تلونا الآى وقصصنا
الاحاديث فى تفضيلهم لطال
الخطاب فهذه كلمات من اعتقد
خلافها كان على زلل وبدعة
فليضمن ذوالدين هذه الكلمات
عقدا ثم ليكف عما جرى بينهم
فتلك دماء طهر الله منها ايدينا
فلا نلوث بها السنتنا اه والحاصل
انهم خير الامة وان كلا منهم
افضل من كل من بعده
وان رقى فى العلم والعمل خلافا
لابن عبد البر فى هذا الحديث
قال قد ياتى بعدهم من هو افضل
من بعضهم والله سبحانه اعلم
ص ۲۶ جلد ۲

ہر فریق سے علیحدہ رہے اور ہر طائفہ کے ساتھ
پیش قدمی کرنے سے رک گئے کیونکہ اُن کو مسئلہ
میں اشکال ہوگیا تھا۔ اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد
پر عمل کیا اور سب عدول ہیں۔ پس وہی اس دین
کی نقل کرنے والے اور اُس کے اٹھانے والے
ہیں۔ انہیں کی تلواروں سے دین غالب ہوا، اور
اُنہیں کی زبانوں سے پھیلا، اور اگر ہم اُن آیتوں
کی تلاوت کریں اور اُن احادیث کو بیان کریں جو ان
صحابہ کرام کی فضیلتوں میں وارد ہوئی ہیں تو بہت
زیادہ طول ہو جائے۔ پس یہ کلمات ایسے حقانی
ہیں کہ جو ان کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ لغزش
اور بدعت میں مبتلا ہے۔ دیندار کو اس پر عقیدہ رکھنا
چاہیئے اور جو کچھ ان میں واقعات پیش آئے اُن
سے زبان کو روکنا چاہیئے۔ یہ وہ خون ہے جس
سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا
ہے تو ہم کو چاہیئے کہ اپنی زبانوں کو اس سے ملوث
نہ کریں۔ حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ امت کے بہترین
لوگ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک تمام بعد والوں
سے افضل ہے۔ اگرچہ بعد والا علم اور عمل میں کتنا ہی

بلند ہوگیا ہو۔ اگرچہ علامہ ابن عبدالبراس کے خلاف ہیں اور فرماتے ہیں کہ بعدہٗ الا اگر ان میں سے کسی سے علم یا عمل میں زیادہ ہو تو وہ افضل ہوگا۔ واللہ اعلم

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ میں ہے۔

واعلم ان عدالة الصحابة الداخلين فی بيعة الرضوان والبدريين كلهم مقطوع العدالة لا يليق لمؤمن ان يمتری فيها بل اللذين اٰمنوا قبل فتح مكة ايضا عادلون قطعا داخلون فی المهاجرين و الانصار وانما الاشتباه فی مسلمی فتح مكة فان بعضهم من مولفة القلوب وهم موضع الخلاف و الواجب علينا ان نكف عن ذكرهم الا بخير فافهم

جاننا چاہئے کہ بیعت رضوان اور بدر والے صحابہ کرام کی عدالت قطعی ہے اور کسی مسلمان کو اس میں شک نہیں کرنا چاہئے بلکہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے بھی قطعی عدالت والے ہیں اور مہاجرین اور انصار میں داخل ہیں۔ اشتباہ فقط مکہ معظمہ کے فتح ہونے کے وقت میں مسلمان ہونے والوں میں ہے، کیونکہ اُن میں مؤلفۃ القلوب تھے، اور وہی خلاف کے محل ہیں۔ مگر ہم پر واجب ہے کہ اُن کے متعلق بھی اپنی زبانوں کو بغیر ذکر بالخیر کے روکیں۔ فافہم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل حق تمام اہل سنت والجماعت متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ثقہ ہیں اُن کی روایات اور شہادتیں مقبول اور معتمد علیہ ہیں اُن میں کوئی جرح اور تنقید نہیں ہو سکتی۔ دلائل نقلیہ اور عقلیہ کثیرہ اور شہیرہ اس پر قائم ہیں۔ انہیں کے ذریعہ سے دین بعد والوں کو پہنچا ہے۔ وہ ہی مدار دین اور معیار حق ہیں اور اُن کی ہی تابعداری بعد والوں کے لئے ضروری ہے سورہ توبہ میں ہے یا ایہا الذین

اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین اور سورۂ حشر میں مہاجرین کے لئے فرمایا
گیا ہے للفقراءا لمہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون
فضلا من اللہ ورضوانا و ینصرون اللہ ورسولہ اولئٰک ھم الصادقون۔
سورہ لقمان میں ہے واتبع سبیل من اناب الیّ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کہ تمام امت کو اُن کی تقلید اور ذہنی غلامی اور اُن کے ہی ساتھ رہنا واجب ہے یہ مسئلہ
اصولی ہے اور معمولی اصولی نہیں ہے، بلکہ اسی پر مدار تمام دین کتاب اور سنت کا ہے
اب اس کے مقابلہ پر مودودی صاحب کا مقالہ دستور کا ملاحظہ فرمائیے جو کہ صاف
کہتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول خدا) کے سوا کوئی انسان نہ معیار حق
ہے نہ تنقید سے بالاتر ہے نہ واجب الاطاعت (ذہنی غلامی کا مستحق) اور قابل تقلید
ہے۔ یہ مقالہ کس قدر حقانیت سے دور اور فتنوں کا دروازہ اور دین کا ڈھانے والا ہے
اگر وہ معیار حق نہیں ہیں تو پھر قرآن پر اعتماد کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ وہی کلام ہے
جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا تھا، اور نہ اس میں کوئی تغیر و تبدیل، نہ کمی اور
زیادتی ہوئی ہے کیونکہ بقول مودودی صاحب کوئی انسان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ماسوا جبکہ معیار حق نہیں رہا تو یہ قرآن ہم کو غیر حقانی ہی لوگوں سے پہنچا تو اس کا
کیا اعتبار ہے کہ اس میں زیادتی یا کمی تحریف اور تبدیل نہیں ہوئی اور اسی طرح سنت
بھی۔ اور جبکہ تنقید سے کوئی انسان بھی بالاتر نہ ہوا تو یہ سنت بھی مجروحین ہی کے ذریعہ
سے پہنچی تو جبکہ ان میں سے کوئی غیر مجروح نہیں ہے تو اس سنت کا کیا اعتبار ہے
اور جب کہ آپ کے سوا کوئی انسان بھی واجب التقلید ذہنی غلامی کا مستحق نہیں ہے
تو کسی کے قول اور فعل پر چلنا کس طرح معتمد علیہ ہو سکتا ہے

بہرحال اہل سنت والجماعت کا اصول یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل اور ثقہ ہیں۔ان میں کوئی بھی مجروح اور غیر عادل نہیں ہے اور مودودی صاحب کا ارشاد ہے کہ صحابہ اور اور غیر صحابہ میں سے کوئی بھی معیار حق اور تنقید اور جرح سے بالاتر اور واجب الاطاعت نہیں ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ یہ کس قدر اصولی مخالفت ہے اور اس اصول سے کس قدر دین کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مودودی صاحب تفہیمات ص۲۹۴ پر فرماتے ہیں۔

"ان سب سے عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضوان اللہ علیہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہوجاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے ابن عمر نے سنا کہ ابوہریرہ وتر کو ضروری نہیں سمجھتے۔ فرمانے لگے کہ ابوہریرہ جھوٹے ہیں حضرت عائشہ نے ایک موقعہ پر انس اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ حدیث رسول اللہ کو کیا جانیں وہ تو اس زمانہ میں بچے تھے۔ حضرت حسن علی سے ایک مرتبہ وشاہد ومشہود کے معنی پوچھے گئے۔ انہوں نے اس کی تفسیر بیان کی عرض کیا گیا کہ ابن عمر اور ابن زبیر تو ایسا اور ایسا کہتے ہیں۔ فرمایا دونوں جھوٹے ہیں۔ حضرت علی نے ایک موقع پر مغیرہ بن شعبہ کو جھوٹا قرار دیا۔ عبادہ بن صامت نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسعود بن اوس انصاری پر جھوٹ کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ وہ بدری صحابہ میں سے ہیں۔

(تفہیمات طبع چہارم بعد نظر ثانی ص۲۹۴)

اس مقالہ پر غور فرمائیے کہ مودودی صاحب صحابہ کرام کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہیں اور کیا تعلیم دیتے ہیں۔ اور تمام اہل سنت والجماعت اہل حق کیا فرماتے ہیں۔ دونوں میں کس قدر بوّن بعید ہے۔ مودودی صاحب نے یہ اقوال کسی سند سے پیش نہیں کئے ہیں نہ کسی مستند کتاب کا حوالہ دیا ہے اور جرارت اتنی بڑی کی کہ خلاف قرآن وحدیث اور خلاف اجماع اہل سنت والجماعت تمام صحابہ کو غیر معتبر مرتکب کبائر اور مجروح قرار دے رہے ہیں "اور ایسی عبارت تحریر فرما رہے ہیں کہ جس سے تمام قرن صحابہ کا عوام کی نظروں میں مخدوش اور ناقابل اطمینان ہوجاتا ہے (الف) جو اقوال ذکر کئے ہیں ان کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ حوالہ کتاب ہے۔ (ب) سند کا مرتبہ بھی ذکر نہیں فرمایا کہ آیا اس کی سند صحیح ہے یا حسن یا ضعیف وغیرہ وغیرہ (ج) جو واقعات ذکر کئے ہیں وہ ہمیشگی یا کثرت کے نہیں ہیں بلکہ چند گنے چنے لوگوں کے شاذ و نادر واقعات ہیں۔ مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں "بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہوجاتا تھا الخ" اولاً تو ایسی بے سروپا باتیں جو کہ شاذ و نادر اکا دکا واقع ہوئی ہیں ذکر کرنی ہی نہیں چاہئے تھیں۔ خصوصاً جبکہ قرآن اور حدیث اور تمام اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں اور اگر ذکر کرنا ہی تھا تو حوالہ دیتے اور ذکر کرتے ہوئے کم از کم یہ فرماتے کہ کبھی کبھی بعض صحابہ سے ایک کی دوسرے پر چوٹ ہوجاتی تھی، افسوس کہ اتنی بڑی بات بھی ذکر کی جائے اور پھر ایسے الفاظ سے ظاہر کی جائے جن سے اکثریت سمجھی جائے۔ حالانکہ وہ نادر الوقوع ہیں۔ پھر اُن واقعات کے معانی بھی موجودہ عرف کے مخالف ہیں۔ اُن کو ظاہر نہ کیا جائے۔ متقدمین کے عرف میں لفظ کذب خطاء کے معنی میں مستعمل ہوتا ہی جس کو متعدد شراح حدیث نے ذکر فرمایا ہے۔ کذب بمعنی دروغ گوئی جو کہ منافی عدالت ہے،

مستعمل نہیں ہوتا۔

بعض مودودیان کرام نے اس عبارت (تفہیمات) کا امام ابن عبدالبر کی کتاب العلم کا حوالہ ذکر کیا ہے مگر کتاب العلم میں ان امور کی سند کوئی نہیں ہے۔ جبکہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ سے متقدم لوگوں کا قول بلاسند مقبول نہیں ہوتا تو ان کا قول کس طرح مقبول ہو سکتا ہے خصوصاً جب کہ ابن عبدالبر اور زمانہ صحابہ میں کئی صدیوں کا فرق ہے اور کسی صحابی اور تابعی سے ان کی لقاء کی نوبت نہیں آئی ہے۔ وہ ۳۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔ نیز ان کی کتاب العلم اتنی مشہور و معروف نہیں ہے جتنی کہ کتاب الاستیعاب ہے۔ ہم نے استیعاب سے متعدد عبارتیں نقل کر دی ہیں جو کہ سراسر اس عبارت کتاب العلم کے خلاف ہیں۔ اسلئے یہ عبارت کتاب العلم یا تو ابن عبدالبر کی ہی نہیں ہے بلکہ کسی خارجی یا شیعی یا مبتدع کی داخل کی ہوئی عبارت ہے، یا وہ ایسے معنی پر محمول ہے جس سے صحابہ کرام کی عدالت پر کوئی دھبہ نہیں پڑ سکتا۔ اور اگر بالفرض یہ عبارت ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی ہو اور اس کا مفہوم بھی وہی ہو جو مودودی صاحب ہم کو سمجھا رہے ہیں تو یقیناً وہ مردود ہے جیسا کہ خود ابن عبدالبر استیعاب میں اور دوسرے ائمہ حدیث و اصول و عقائد و فقہ اپنی اپنی مستند کتابوں میں ظاہر فرما رہے ہیں اور جیسا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ شہیرہ صحیحہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

بہر حال یہ خلاف بھی اصولی ہے اور مودودی صاحب اس میں سخت غلطی اور ضلال مبین میں مبتلا ہیں۔

(تنبیہ) واضح رہے کہ صحابہ کرام اگرچہ معصوم نہیں ہیں مگر محفوظ ضرور ہیں۔ قرآن شریف میں ہے یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ الاٰیہ

اور دوسری جگہ فرمایا ان اولیاؤہ الا المتقون اسلئے کہ غیر انبیار کے لئے جبکہ وہ ایمان کامل رکھتے ہوں محفوظ من اللہ ہونا ثابت اور ضروری ہے۔ کتب تاریخ میں جو امور مخالف عدالت اُن کی طرف نسبت کئے گئے ہیں وہ کسی طرح قابل التفات نہیں ہیں۔ نہ وہ درجہ تواتر کو پہنچتے ہیں۔ نہ اُن کی سندیں قابل اعتبار ہیں۔ بلکہ برخلاف اُن کے آیات متواترہ اور احادیث شہیرہ صحیحہ اُن تاریخی روایتوں کے خلاف ہیں۔ یہ روایتیں اکثر اہل اہواء شیعہ، خوارج وغیرہ ملاحدہ کی بنائی ہوئی ہیں اور انہیں کی کوششوں سے کتابوں میں داخل ہوئی ہیں تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ میں اسکو مفصل طریقہ پر ظاہر کیا گیا ہے اور یہی وجہ اسلاف کرام کو اسماء الرجال کی تدوین کرنے اور موضوعات کو محفوظ کرنے کی ہوئی ہے

اب تک ہم نے مودودی صاحب اور اُن کی جماعت نام نہاد جماعت اسلامی کی اصولی غلطیوں کو ذکر کیا ہے جو کہ انتہائی درجہ میں گمراہی ہیں۔ اب ہم اُن کی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کی کھلی ہوئی مخالفتوں کو ذکر کریں گے جس سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ مودودی صاحب کا کتاب وسنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے۔ وہ نہ کتاب کو کتاب مانتے ہیں اور نہ وہ سنت کو سنت مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اُسی پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔ غور فرمائیے سورہ حجرات میں ہے۔

(۱) واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ہم

اور جان لو کہ تم میں رسول ہے اللہ کا۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیا کرے بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھپا دیا اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور

الراشدون فضلا من اللہ ونعمة واللہ علیم حکیم

سورہ حجرات ع ۱۲

گناہ اور نافرمانی کی۔ وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمتوں والا۔

غور فرمائیے کہ وہ صحابہ کرام جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو محبوب اور مزین بنا دیا ہے اور کفر اور فسوق اور عصیان سے نفرت ڈال دی ہے اور جنکے راشد ہونیکی بصیغہ حصر قرآن شہادت دیتا ہے کیا وہ معیار حق نہ ہونگے اور کیا وہ تنقید سے بالاتر نہ ہونگے۔ کیا اُن کی تقلید میں کسی قسم کا خطرہ ہوگا۔ اس آیت نے تو تمام صحابہ کرام کی مکمل توثیق کر دی۔ اگر صحابہ سے کوئی گناہ بالقصد ثابت ہو جائے تو وہ آیت مذکورہ اور اُن کی محفوظیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے، اسلئے کہ عدالت اُس ملکہ اور قوت راسخہ کا نام ہے جو کہ اجتناب عن الکبائر اور عدم اصرار علی الصغائر اور خسیس باتوں کے ترک پر آمادہ کرتی ہے۔ شاذ و نادر طور پر کسی وقت میں کسی جرم کا سرزد ہو جانا اور پھر نادم ہونا اور رہنا عدالت میں کھنڈت نہیں ڈالتا اور نہ اُن کی حفاظت کے منافی ہے۔ مگر مودودی صاحب کسی صحابی اور کسی انسان کو معیار حق نہیں مانتے اور نہ کسی کو تنقید اور جرح سے بالاتر مانتے ہیں اور نہ قابل تقلید کہتے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

کیا یہ اختلاف فرعی ہے یا اصولی۔

(۲) سورہ فتح میں ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم

محمد رسول اللہ کے ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں۔ تو دیکھے اُن کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی خوشی۔ نشانی اُن کی اُن کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے یہ شان ہے

فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار سورہ فتح ع ۱۲

اُن کی توراۃ میں اور شان اُن کی انجیل میں جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو تا کہ جلائے ان سے جی کافروں کا۔

یہ آیت صاف طور سے بتلاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں (صحابہ کرام) کا ایمان درجہ اذعان اور یقین سے تجاوز کر کے درجہ محبت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ گیا ہے جس کی بنا پر اللہ اور رسول کی محبت بڑھتے بڑھتے ان کے ماننے والوں اور ان پر ایمان رکھنے والوں تک بھی بدرجۂ اتم پہنچ گئی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اور رسول سے دشمنی رکھنے والے اُن کی نظروں میں انتہائی درجہ میں مبغوض ہو گئے ہیں وہ اُن سے نہ صرف قطع علائق کرنے لگے ہیں۔ بلکہ اُن سے سخت معاملات اور تشدد بھی کرنے لگے ہیں اور اسی طرح اُن میں خدا اور رسول کی محبت اسقدر سرایت کر گئی ہے کہ اُن کے ماننے اور ایمان رکھنے والے بھی انتہائی درجہ میں محبوب بن گئے ہیں۔ تا اینکہ اُن پر شفقت اور رحمت کرنیوالے بھی ہو گئے ہیں۔ اسی طرح اُن میں اس قدر عبودیت پیدا ہو گئی ہے کہ نہ صرف اللہ عز وجل کی مراسم عبودیت انجام دیتے ہیں۔ بلکہ ہر وقت علی سبیل الدوام راکع اور ساجد نظر آتے ہیں اور یہ مراسم عبودیت جوارح اور اعضاء تک ہی محدود نہیں رہے ہیں۔ بلکہ اُن کے قلوب اور ارواح بھی اسی سے رنگین ہو گئے ہیں تا اینکہ وہ نفسانی دینی اور دنیوی اغراض سے بالا تر ہو کر فقط رضا اور خوشنودی کے طلبگار بن گئے ہیں۔ اُن کا نصب العین اور مطمح نظر محض رضاء الٰہی اور اُس کا فضل و کرم ہے۔ نیز یہ عبودیت اور تابعداری خداوندی کا ہے گاہے ہونیوالی نہیں ہے بلکہ وہ تمام اعضاء اور جوارح میں دوامی کیفیت اور رسوخ کی وجہ سے تمام جسم میں سرایت کر گئی ہے۔ چہروں اور اعضاء پر

نشانہائے عاجزی اور خشوع اور خضوع حسب قاعدہ کل اناء یترشح بما فیہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ نیز یہ کمالات اور اخلاق اُنکے وقتی اور نئے نہیں رہیں۔ بلکہ علام الغیوب پر ان کے یہ کمالات ازل الآزال میں ظاہر اور ہویدا ہو چکے ہیں۔ چنانچہ تورات اور انجیل میں ان کی یہ شانیں بیان ہو چکی ہیں۔ خیال فرمائیے کہ یہ منقبتیں صحابہ کرام کی متعلق اللہ تعالیٰ نے بلفظ والذین معہ ذکر فرمائی ہیں جو کہ حسب قاعدہ اصولیہ استغراق پر دلالت کرتا ہے اور حسب قاعدہ معانیہ تمام ساتھیوں کو شامل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام ساتھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صفات کے جامع ہیں اور یہی مفہوم تمام اہل سنت والجماعت سمجھے ہیں جسکی وجہ سے وہ تمام صحابہ کرام کا تزکیہ اور توثیق کر رہے ہیں کسی کی جرح اور تنقید کرنا جائز نہیں سمجھتے اور اسکے لئے ان کی مقدس زندگی اور اللہ تعالیٰ کی انتہائی ثنا اور صفت کو شاہد عادل قرار دیتے ہیں مگر مودودی صاحب اس کے مقابلہ میں کسی ایک صحابی کو بھی خواہ وہ خلیفہ راشد ہو یا غیر خلیفہ۔ خواہ وہ مبشر بالجنۃ ہو یا غیر مبشر۔ خواہ وہ بدری ہو یا غیر بدری خواہ وہ بیعۃ الرضوان والا ہو، یا غیر رضوانی۔ الغرض کسی کو بھی نہ معیار حق فرماتے ہیں نہ تنقید سے بالاتر نہ تقلید کا مستحق۔ کیا یہ کتاب اللہ اور قرآن کی صریح مخالفت نہیں ہے اور کیا یہ اصولی مسئلہ نہیں ہے۔

(۳) سورہ توبہ میں ہے والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم۔ ع ۱۳

اور جو لوگ قدیم ہیں۔ سب سے پہلے ہجرت کرنیوالے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھی ہیں اُن کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں۔ رہا کریں اُنہیں میں ہمیشہ۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔

غور فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام ازلی میں تمام سابقین اولین مہاجرین اور انصار اور اُن کے پیچھے تابعداروں کو اپنی ایسی رضا اور خوشنودی کی بشارت دیتا ہی جس سے وہ بھی راضی اور خوش ہوں گے اور خبر دیتا ہے کہ ہم نے اُن کے لئے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور فرماتا ہے کہ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو سکتا ہے جو کہ معیار حق نہیں ہے جس کے افعال و اقوال حقانی نہیں ہیں۔ جس کے اندر کھوٹ ہے جس کی جرح اور تنقید ہو سکتی ہے جسکی ذہنی غلامی اور تقلید نا جائز ہے۔ اس آیت کا مفاد تو یہ ہے کہ تمام سابقین اولین مہاجرین اور انصار اور ان کے پیچھے تابعدار یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور دوام جنت سے فائز ہیں اور مودودی صاحب اس کی تکذیب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی انسان سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ کوئی صحابی نہ کوئی تابعی نہ کوئی بعد والا۔ نہ معیار حق ہے نہ تنقید سے بالاتر نہ مستحق ذہنی غلامی۔ کیا یہ خلود اور رضا غیر معیار حق اور مجروحین کو حاصل ہوں گی۔ کیا یہ اُن کا خلاف اصولی نہیں ہے۔

(۴) سورہ فتح میں ہے۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحا قریبا و مغانم کثیرۃ یاخذونھا و کان اللہ	تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اُس درخت کے نیچے۔ پھر معلوم کیا جو اُن کے جی میں تھا۔ پھر اُتارا اُن پر اطمینان اور انعام دیا اُن کو ایک فتح قریب۔ اور بہت غنیمتوں کی

عزیزا حکیما ۔ ع ۱۱	جن کو وہ لیں گے۔ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

غور فرمایئے۔ اس آیت میں اُن تمام صحابہ کرام سے جنھوں نے بیعت الرضوان حدیبیہ میں حاصل کی تھی اور جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار صحابہ تک پہنچتی ہے کن زوردار الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کا قول یا فعل حق کے پہچاننے کا آلہ اور معیار قرار دیا جا سکے اور نہ کوئی شخص مکمل عدالت اور تقویٰ والا ہے کہ وہ تنقید سے بالاتر ہو نہ کوئی شخص ایسا ہے جس کی تقلید اور ذہنی غلامی جائز ہو۔ کیا یہ خلاف قرآن ہے کیا یہ قول ضلالت اور گمراہی نہیں ہے۔

(۵) سورۂ تحریم میں ہے۔

یوم لا یُخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علیٰ کل شئ قدیر۔ ع ۲	جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا نبی کو اور اُن لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ اُن کی روشنی دوڑتی ہے اُن کے آگے اور اُن کے داہنے۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے پوری کردے ہماری روشنی اور معاف کر ہم کو۔ بیشک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

غور فرمایئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد صاحب علیہ السلام اور اُن کے ساتھ تمام ایمان لانے والے (صحابہ کرام) کو خوشخبری دیتا ہوا وعدہ

فرماتا ہے کہ اُن کو رسوا اور ذلیل نہ کرے گا۔ اُن کو وہ نور اور روشنی عطا فرمائے گا جو کہ اُن کے آگے اور دائیں دوڑتی ہوگی اور اُن کی مانگ اتمام نور اور طلب مغفرت کو پورا کرے گا۔ حسن عاقبت کی ایسی قوی شہادت کے بعد کیا کسی صحابی کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ معیار حق نہیں ہیں اُن پر تنقید اور جرح کی جاسکتی ہے اور اُن کی تقلید سے روگردانی جائز ہے۔ کیا مودودی صاحب کی یہ دفعہ ۶ قرآن کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے۔ اور کیا اُن سے یہ مخالفت فروعی یا اصولی ہے۔

قرآن تو تمام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مومن ساتھیوں کو یہ بشارت سناتا ہے اور مودودی صاحب کسی ایک فرد کو بھی نہ معیار حق بنانے دیتے ہیں نہ تنقید سے مبرا کرتے ہیں۔ العجب۔

(۶) سورہ حدید میں فرمایا جاتا ہے۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیر۔ ع ۱ / ۱۷	برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑائی کی اُن لوگوں کا درجہ بڑا ہے اُن سے جو کہ خرچ کریں اُس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

غور کیجیے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فتح مکہ سے پہلے کے انفاق اور جہاد کرنے والے صحابہ کی فضیلت ذکر کرنے کے بعد اپنے عمدہ اور بہترین وعدہ کو تمام صحابہ کرام کے لئے ذکر فرماتا ہے۔ کیا اس سے تمام صحابہ کو اللہ تعالیٰ کا نوازنا قطعی طور پر معلوم نہیں ہوتا اور کیا ایسے وعدہ حسنیٰ کے وہ لوگ مستحق ہوسکتے ہیں جن میں تنقید اور جرح کا موقع ہو

اور وہ غیر حقانی ہوں۔ کیا یہ دفعہ اس آیت کے مخالف نہیں ہے۔ اور کیا یہ اصولی خلاف نہیں ہے۔

(۷) سورۂ آل عمران میں ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ۔ ع ۱۲

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی ہیں عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر

غور فرمائیے اس آیت میں اولین مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جن کو تمام پہلی امتوں سے خیر اور بہتر قرار دیا گیا ہے۔ کیا وہ لوگ جن میں تنقید اور جرح کا موقعہ ہو اور وہ لوگ جو کہ حقانیت کے معیار نہوں اور اُن کی تقلید درست نہ ہو وہ اس عظیم الشان خطاب اور منقبت کے مستحق ہو سکتے ہیں یہ خطاب تمام بلاتفریق تمام صحابہ کو شامل ہے مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد کے لوگوں میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کے قول اور فعل کو معیار حق قرار دیا جا سکے اور جو کہ تنقید اور جرح سے محفوظ ہونے کا مستحق ہو سکے اور جس کی تقلید اور ذہنی غلامی جائز ہو سکے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ کیا یہ خلاف فروعی ہے یا اصولی۔

(۸) سورۂ بقرہ میں ہے۔

وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ۔ ع ۱

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔

غور فرمایئے کہ اس آیت میں امت محمدیہ کو جس میں مخاطب اول صحابہ کرام ہیں امت معتدل افراط اور تفریط سے بری ٹھیک سیدھی راہ پر چلنے والی قرار دیا گیا ہے تاکہ انبیاء سابقین کے لئے گواہ اور مقبول الشہادۃ ہو سکیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو کہ اپنی امت کے احوال سے بخوبی واقف ہیں) اُن کی صداقت اور عدالت کی گواہی دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں کس قدر تعدیل اور عظیم الشان منقبت اُمت محمدیہ اور صحابہ کرام کی ثابت ہوتی ہے۔ مگر مودودی صاحب کسی فرد کو اُمت اور صحابہ میں نہ حقانیت کا معیار اور نہ تنقید اور جرح کی بالاتر اور نہ جائز التقلید مانتے ہیں بلکہ سب کا انکار فرماتے ہیں۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ کیا یہ خلاف فروعی ہے یا اصولی۔

(۹) سورۂ اعراف میں ہے۔

ورحمتی وسعت کل شئ فساکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم بایاتنا یؤمنون۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال

اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو۔ سو اُس کو لکھ دوں گا اُن کے لئے جو ڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی جو نبی امی ہے کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ وہ حکم کرتا ہے اُن کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے اور حلال کرتا ہے اُن کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں

الّتی کانت علیھم فالذین اٰمنوا بہ و عزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون ع۱۹ پ۹	اور اُتارتا ہے اُن پر سے اُن کے بوجھ اور وہ قیدیں جو اُن پر تھیں۔ سو جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اُس کی رفاقت کی اور اُس کی مدد کی اور تابع ہوئے اُس نور کے

جو اُس کے ساتھ اُترا ہے وہی لوگ پہنچے اپنی مراد کو۔

غور فرمایئے کہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی امت کے سلئے امت محمدیہ کے کس قدر مناقب اور فضائل اور اپنی رحمتہائے عظیمہ کے مورد ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے اولین مصداق صحابۂ کرام ہیں اور یہ فضائل وکمالات تمام صحابہ کو شامل ہیں۔ مگر مودودی صاحب باوجود ان نعمتہائے عظیمہ کے شمول اور عموم کے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ حق کا معیار مانتے ہیں نہ تنقید اور جرح سے منزّہ نہ واجب التقلید۔

کیا یہ عمل اس آیت کا خلاف، اصول کا اور قرآن کا خلاف نہیں ہے یہ تو آیتیں قرآن شریف کی وہ ہیں کہ جن کو صحابہ کرام کے مناقب جلیلہ سے صراحۃً تعلق ہے اور جن کو اشارۃً یا دلالۃً اُن کے مناقب سے تعلق ہے بہت زیادہ ہیں۔ خوف طوالت کی وجہ سے ہم اُن کو ترک کرنا ضروری سمجھتے ہیں احادیث صحیحہ صحابہ کرام کی تفضیل اور مناقب میں اس قدر وارد ہیں کہ اگر اُن کو جمع کیا جائے تو ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ مگر ہم اس جگہ حسب قاعدہ مالا یدرک کلہ لایترک کلہ چند احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی ما ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر وزاد الحافظ ابونصر القصار فانھما حبل اللہ الممدود فمن تمسک بھما تمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا (مرقاۃ ص ۲۹۵)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میری زندگی تم لوگوں میں کتنی ہے تو تم اقتدا ان دونوں ابوبکر اور عمر کی میرے بعد کرنا کیونکہ یہ دونوں اللہ کی دراز کردہ رسی ہیں جس نے ان دونوں کو پکڑا اُس نے اُس عروہ وثقیٰ کو پکڑا جو کہ ٹوٹ نہیں سکتا۔

(رواہ الترمذی وحسنہ واحمد وابن ماجہ وصححہ ابن حبان والحاکم والطبرانی عن ابی الدرداء والترمذی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہم

مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما معیار حقانیت نہیں ہیں نہ تنقید سے بالاتر ہیں نہ اُن کی تقلید جائز ہے تو اس حدیث کی تکذیب ہوئی یا نہیں۔

(۲) عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم ان بعدھم قوما یشھدون ولا یستشھدون الحدیث (رواہ الشیخان)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام زمانوں اور قرنوں میں سب سے بہتر میرا قرن ہے اس کے بعد تابعین کا اُن کے بعد تبع تابعین کا پھر ایسے لوگ آئیں گے جو گواہیاں بلا طلب دینے لگیں گے الخ

مودودی صاحب اس کے منکر ہیں فرماتے ہیں کہ صحابہ بسا اوقات آپس میں ایک دوسرے پر چوٹ کرتے تھے الخ کوئی ان میں تنقید سے بالاتر اور معیار حقانیت نہ تھا۔

(۳) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من انفق زوجین من شئ من الاشیاء فی سبیل الله دعی من ابواب الجنة یا عبد الله هذا خیر فمن کان من اهل الصلوٰة دعی من باب الصلوٰة ومن کان من اهل الجهاد دعی من باب الجهاد ومن کان من اهل الصدقة دعی من باب الصدقة ومن کان من اهل الصیام دعی من باب الصیام باب الریان فقال ابوبکر رضی الله عنه ما علی الذی یدعی من تلك الابواب من ضرورة وقال هل یدعی منها کلها احد یا رسول الله فقال نعم وارجوا ان تکون

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے دو جوڑے کسی چیز کے اللہ کے راستہ میں خرچ کئے وہ جنت کے دروازہ سے پکارا جائے گا اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے۔ تو جو شخص نماز والوں میں سے ہوگا وہ نماز کے دروازہ سے پکارا جائے گا اور جو اہل جہاد میں سے ہوگا وہ جہاد کے دروازہ سے پکارا جائے گا اور جو شخص صدقہ والوں میں سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازہ سے پکارا جائے گا۔ اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا وہ روزہ کے دروازہ سے پکارا جائے گا یعنی باب الریان تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ اگرچہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی تمام دروازوں سے پکارا جائے تو کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو کہ تمام دروازوں سے پکارا جائے یا رسول اللہ

منهم یا ابا بکر۔
(رواہ الشیخان)

آپ نے فرمایا کہ ہاں اور مجھکو امید ہے کہ تم اے ابوبکر اُن میں سے ہو۔

غور فرمایئے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اعمال خیر کے جامع ہیں مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ معیار حق نہیں ہیں نہ تنقید سے بالاتر ہیں نہ اُن کی ذہنی غلامی جائز ہے

(۴) ان امنّ الناس علیّ فی صحبتہ وماله ابوبکر ولو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا الحدیث
(رواہ البخاری)

سب سے زیادہ رفاقت اور مال میں مجھ پر احسان ابوبکر کا ہے اور اگر میں اللہ کے سوا کسی کو اپنا خلیل اور دوست بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو حضرت ابوبکر کو تمام انسانوں سے زیادہ مستحق خلت اور دوستی سمجھتے ہیں اور اُنھیں تمام صحابہ کا امام اور اپنا قائم مقام بناتے ہیں مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ حق کے معیار نہیں ہیں نہ تنقید اور جرح سے بالاتر ہیں اور نہ تقلید کے مستحق ہیں۔

(۵) عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ مشکوۃ

میری اور خلفاء راشدین مہدیین (ہدایت یافتوں) کی سنتوں کو پکڑو اور اپنی کچلیوں سے کاٹتے رہو (یعنی اُن پر مضبوطی سے عمل کرو)

(رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

غور فرمائیے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو تمام خلفاء راشدین خواہ ابوبکر ہوں یا عمر یا عثمان یا علی یا حسن رضی اللہ عنہم سب کی سنتوں پر مضبوطی سے عمل کرنے کی تاکید فرماتے ہیں مگر مودودی صاحب سبھوں کو غیر معیار حق اور تنقید و جرح کے مستحق اور غیر مستحق تقلید قرار دیتے ہیں ۔ کیا یہ فروعی اختلاف ہے ۔ اور کیا یہ صراحۃً حدیث کو ٹھکرانا نہیں ہے

(۶) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قیل من ھم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (مختصراً عن المشکوٰۃ)

میری امت تہتر ملتوں میں بٹ جائیگی سب کی سب دوزخی ہیں سوائے ایک ملت کے ۔ کہا گیا وہ کون ہیں یا رسول اللہ فرمایا وہ وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے اصحاب کے پیرو ہوں گے ۔

(رواہ الترمذی واحمد وابوداؤد وقال الترمذی حسن غریب)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو صحابہ کرام کی پیروی کو نجات کا طریقہ قرار دیتے ہیں مگر مودودی صاحب سب کو غیر معیار حق اور سب کو تنقید و جرح کے مستحق اور غیر واجب الاطاعت فرماتے ہیں ۔

(۷) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ (مختصراً) اولئک اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ

یہ لوگ اصحاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت کے نہایت افضل لوگ اور نہایت بھلے قلوب والے اور نہایت گہرے علم والے اور

وابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علی اثوھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم (رواہ رزین)

نہایت کم تکلف اور بناوٹ والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کے کھڑے کرنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ اُن کی فضیلتوں کو پہچانو اور اُن کے نقش قدم پر چلو اور جس قدر ہو سکے اُن کے اخلاق اور سیرت کو پکڑو کیونکہ یہ لوگ ہدایت مستقیم پر تھے۔

کیا مودودی صاحب صحابہ کرام کے اُن فضائل کو مانتے ہیں اور کیا یہ نمبر ۶ اور مذکورہ بالا تفہیمات کی عبارت ان کی انتہائی تذلیل نہیں کرتی۔

(۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما کان قبلکم من الامم اناس محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر۔ زاد زکریا بن ابی زائدۃ عن سعد عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ سے الہام ہوتا تھا اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں (زکریا بن ابی زائدہ نے سعد سے انھوں نے ابو سلمہ سے انھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے

من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیران یکونوا انبیاء فان یك فی امتی منهم احد فعمر (صحیح بخاری ص۵۲۱، ورواہ مسلم والترمذی والنسائی عن عائشہ)

بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے جن سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام کیا جاتا تھا (الہام کیا جاتا تھا) بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں میری امت میں اگر کوئی ایسا ہے تو عمر ہیں۔

(۹) لوکان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب (رواہ الحاکم فی المستدرک وقال حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے

(۱۰) ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ (رواہ احمد والترمذی عن ابن عمر واحمد وابوداؤد عن ابی ذر مدرع کر عن ابی ہریرہ)

اللہ تعالیٰ نے حق عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اس عظیم الشان منقبت کے ہوتے ہوئے مودودی صاحب کے نزدیک وہ نہ معیار حق ہیں نہ تنقید سے بالاتر ہیں نہ ان کی تقلید اور ذہنی غلامی جائز ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کئے جانے والے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے لئے جارحہ اور عضو حقانیت بنائے جانیوالے استحقاق نبوت رکھنے والے قرار دیئے جائیں اور مودودی صاحب اس کی تکذیب فرمائیں ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

(۱۱) حمزۃ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا نائم شربت یعنی اللبن حتی انظر الی الری یجری فی ظفری

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ اتنا پیا کہ میرے ناخنوں میں اس کی سیرابی جاری ہوگئی پھر میں نے عمر کو

اوقال فی اظفاری ثم ناولت عمر قالوا فما اولت قال العلم۔

دیدیا لوگوں نے پوچھا کہ اس کی تعبیر آپ نے کیا دی فرمایا کہ علم ہے۔

غور فرمایئے کہ یہ کس قدر منقبت عظیمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اور یہ دفعہ ۶ کس قدر مخالف ہے

(۱۲) عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذ وھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ یوشک ان یأخذہ (رواہ الترمذی واحمد والبخاری فی التاریخ وحل صب عن عبد اللہ)

اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے معاملہ میں اُن کو اپنی مذمتوں کا نشانہ مت بناؤ جس نے اُن سے محبت کی تو میری محبت سے اُن سے محبت کی اور جس نے اُن کو مبغوض رکھا تو مجھ کو بغض سے مبغوض رکھا۔ اور جس نے اُن کو اذیت دی تو مجھکو اذیت دی اور جس نے مجھکو اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی عنقریب اللہ تعالیٰ اُس کو پکڑ لے گا۔

صحابہ کرام کی ثنا اور صفت اور اُن کی تعدیل اور منقبت میں اور اسی طرح اُن کے بعد والے تابعین اور تبع تابعین اسلاف کرام کے متعلق احادیث بہت زیادہ ہیں تطویل کے خوف سے ہم نے فقط مذکورہ بالا نصوص پر اکتفا کیا ہے جس سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ مودودی صاحب اور اُن کی جماعت اسلامی صراط مستقیم سے بہت ہٹے ہوئے ہیں اُن کو سمجھنا چاہیے اور اپنے عقائد و اعمال کی درستی کرنی چاہیئے سلف صالحین کے مسلک سے دور نہ ہونا چاہیے گمراہیوں میں نہ پڑنا چاہیئے نجات صرف اسلاف اہل سنت والجماعت کے اتباع اور پیروی میں ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

مندرجہ بالا احادیث بطور نمونہ از خروارے پیش کرکے میں کفایت کرتا ہوں۔ اگر پورا ذخیرہ یا اُس کا اکثر حصہ بھی
بھی پیش کیا جائے تو بہت زیادہ طول ہو جائیگا۔ منصف اور متبع حق ناظرین کے لئے اس میں کفایت ہے
اس مقام پر بعض حضرات فرماتے ہیں کہ معیار حق صرف صاحب وحی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ ہی معصوم ہے اُس کو
غلطیوں سے بچانے والی عصمت خداوندی ہوتی ہے اور اگر کوئی غلطی کبھی صاحب وحی (نبی) سے کسی وجہ سے ہو بھی
جاتی ہے تو وحی سے اُس کا تدارک ہو جاتا ہے۔ اس لئے معصوم یعنی نبی ہی معیار حق ہو سکتا ہے دوسرا نہیں یہی مقصد
دستور کے مذکورہ بالا دفعہ کا ہے۔ مگر یہ توجیہ مولانا مودودی کے خلاف اور توجیہ القول بما لا یرضی بہ
قائلہ ہے (ا) مولانا مودودی کے الفاظ کا صریح مفہوم تو جناب رسول خدا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی معیار حق نہ ہوتے اور تنقید سے بالاتر نہ ہونے اور ذہنی غلامی
کے مستحق نہ ہونے کا ہے حالانکہ وہ سب معصوم اور صاحب وحی ہیں۔ (ب) جبکہ عصمت نبوت کے
لوازم ذاتیہ میں سے نہیں ہے جیسا کہ جلد ثانی تفہیمات صـ۴۳ میں ہے۔ تو پھر کسی نبی سے عصمت کا مفارق ہونا
مستحیل نہ ہوگا اور نہ اُن میں عصمت کا دوام ہوگا۔ اس لئے کوئی نبی معیار حق نہ ہوگا۔ (ج) جبکہ حسب
تصریح مودودی صاحب تفہیمات جلد ۲ صـ۴۳۔ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت اٹھا کر
لغزشیں ہونے دی ہیں جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ تو اب کوئی نبی بھی معیار حق
نہ ہوا نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اور کوئی نبی کیونکہ کیا ضمانت ہے کہ یہ قول اُس زمانہ کا نہیں ہے
جبکہ عصمت اٹھ گئی تھی۔ مودودی صاحب یہ بھی نہیں فرماتے کہ ان لغزشوں کے بعد اُس کی اصلاح کر دی
جاتی ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ لغزشیں اس واسطے کرائی جاتی ہیں اور اس لئے حفاظت اُٹھائی جاتی ہو تا کہ
لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں جس سے دوام مترشح ہوتا ہے۔ (د) معیار حق کیلئے
معصوم اور صاحب وحی ہونے کا حصر صحیح نہیں ہے کیونکہ لفظ معیار لغت میں اُس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے
کسی چیز کا وزن معلوم ہو جس کو پیمانہ کہا جاتا ہے یا اُس کی صفت جودت اور ردائت معلوم ہو جس کو کسوٹی

کہتے ہیں اس لئے ہر وہ شخص جس کا قول اور فعل نبی کے قول و فعل کے مطابق اور قابل اعتماد ہو وہ معیارِ حق ہوگا خواہ معصوم ہو یا محفوظ ہو خواہ اُس پر وحی آتی ہو یا مُلہم اور محدّث ہو۔ اور ہر وہ شخص جس میں ایمان کامل اور اتباعِ شریعت اور استقامت کاملہ پائی جائے وہ معیارِ حقانیت ہو سکتا ہے خصوصًا جبکہ اُس کے متعلق شہاداتِ نبویہ وارد ہو گئی ہوں وہ یقینًا معیارِ حق ہوگا کیونکہ نبی کا فرمان وحی سے ہی ہوگا۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی اور خصوصًا وہ شخص جس کے متعلق وہ آیات قرآنیہ اور سنن نبویہ جو کہ اتباع مطلق کا حکم دیتی ہیں صادق آتی ہوں جیسے واتبع سبیل من اناب الیّ (اُس شخص کا اتباع کر جو کہ میری طرف انابت رکھتا ہے) (سورہ لقمان) اس آیت میں انابت الی اللہ کو اتباع مطلق کا سبب اور موجب قرار دیا گیا ہے۔ یا جیسے یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) (سورہ توبہ) اس آیت میں صدق اور سچائی کو حکم معیت مطلقہ کا علت قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ نساء میں فرمایا گیا ہے۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا اور جو شخص رسول کی مخالفت کریگا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ ہولیا تو ہم اُس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اُس کو جہنم میں داخل کریں گے (نساء ع ۱۴) اس آیت میں مخالفت رسول اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم کے اتباع چھوڑنے پر سخت وعید سے ڈرا گیا ہے جس سے اجماع امت اور سوادِ اعظم کا اتباع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سورۂ یونس میں فرمایا جاتا ہے الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذلک ھو الفوز العظیم (یاد رکھو اللہ کے دوستوں (اولیاء اللہ) پر نہ کوئی اندیشہ ناک واقعہ پڑنے والا ہے اور نہ وہ کسی مطلوب

کے فوت ہونے پر مغموم ہوتے ہیں۔ وہ (اولیاء) جو کہ ایمان لائے اور معاصی سے پرہیز رکھتے ہیں اُن کے
لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی منجانب اللہ خوف و حزن سے بچنے کی خوشخبری ہے۔ اور اللہ کی باتوں
یعنی وعدوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا یہ بشارت جو مذکور ہوئی بڑی کامیابی ہے (سورہ یونس پ۱۱ ع۱۲) اس آیت
میں ایمان کامل اور تقویٰ کاملہ والوں کو اولیاء اللہ قرار دیا گیا ہے اور اُن کو نہایت زیادہ مطمئن
علیہ قرار دیا گیا ہے۔ سورہ حٰم سجدہ میں ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل
علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن
اولیاؤکم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون
نزلا من غفور رحیم (جن لوگوں نے دل سے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اُس پر مستقیم رہے اُن پر
فرشتے اُتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے پیغمبروں کی
معرفت وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے
اور تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے)
(سورہ حٰم سجدہ پ۲۴ ع۱۸) اس آیت میں ایمان اور استقامت کو معتمد علیہ اور ملائکہ کی رفاقت کا سبب بتلایا گیا ہے۔

الغرض انابت، صدق، اجماع مسلمین کا اتباع، ولایت، استقامت وغیرہ امور مذکورہ آیات و احادیث
باعث اعتماد فی الدین ہیں عصمت پر مدار نہیں۔ نیز آیات اور احادیث بتلاتی ہیں کہ حفاظت خداوندی
منحصر فی النبوۃ نہیں ہے ہاں حفاظت انبیاء کو عصمت سے اور حفاظت اولیاء کو حفاظت سے
تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ فرق اصطلاحی ہے معنوی نہیں ہے اگرچہ لوازم و آثار ہر ایک کے علیٰحدہ علیٰحدہ ہوں۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ مودودی صاحب کا یہ دستوری نمبر ۶ اور اُس کا عقیدہ نہایت غلط اور مخالف قرآن و حدیث اور مخالف عقائد
اہل سنت والجماعت و اسلاف کرام ہے جس سے دین اسلام کو انتہائی ضرر اور نقصان عارض ہوتا ہے لوگوں کو اس سے احتراز ضروری ہے۔
واللہ یقول الحق ... رزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین